تاجر کتب اجمیر شریف،

تربیت، بچوں کی تربیت اگر انکی ابتدائی عمر سے صحیح اصول پر کیجائے، تو آگے چلکر ان کے بے راہ ہونے کے کم خطرات رہجاتے ہیں، ہماری مذہبی، اخلاقی اور تعلیمی پستی کی ایک بڑی وجہ بچپن کا غلط اصول تربیت ہے، جناب سید شاہ محمد طٰہ صاحب نے اسی بنا پر یہ رسالۂ تربیت مرتب کیا ہے، جس میں والدین اور سرپرستوں کو مخاطب کرکے بچوں کے مذہبی، اخلاقی اور تعلیمی حالات کی نگہبانی کے اصول بتائے گئے ہیں، جو اصول بتائے گئے ہیں وہ کار آمد اور عمل پیرا ہونے کے لائق ہیں، حجم چھوٹی تقطیع پر ۷۵ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، پتہ انجمن ہلال اتحاد خسرو پور پٹنہ سے ملسکتی ہے،

ترغیب حساب، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی جدت پسند طبیعت انوکھے اسلوب میں نئی نئی چیزیں پبلک کے سامنے پیش کرتی ہے، خواجہ صاحب نے زیر تبصرہ رسالہ میں عام مسلمانوں اور خصوصاً عورتوں اور بچوں کو فن حساب کے سیکھنے کی ترغیب دلائی ہے کہ اس ذریعہ سے احکام مذہبی کی پابندی میں سہولت اور کفایت شعاری اختیار کرنے میں آسانی ہوگی، ضخامت ۳۱ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۲ر پتہ:- حلقہ مشائخ دہلی،

اسلامی رسول، سرزمین پنجاب سے "رنگیلا رسول" کی ترکیب وضع ہوئی معلوم نہیں خواجہ حسن نظامی صاحب کی جدت پسند طبیعت نے تقلید کیونکر گوارا کی کہ اپنے رسالہ کو اسلامی رسول کے نام سے موسوم کیا، رسالہ میں انبیا کی ضرورت، بعثت انبیا کا قانون فطرت کے مطابق ہونے اور ہر قوم میں انبیاء کے مبعوث ہونے پر گفتگو کرکے آنحضرت صلعم کے اخلاق حسنہ ذو متعدد کتابوں سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہیں، اور آخر میں بعثت نبوی سے قبل سرزمین عرب کی حالت اور پھر آپ کے مبعوث ہونے پر اس کا اوج ترقی پر پہونچنا دکھایا گیا ہے، رسالہ ۳۶ صفحے پر ختم ہوا ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۳ر پتہ: حلقہ مشائخ دہلی،

مجلد ہفدہم | ماہ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۶ء | عدد سوم

مضامین

جمعیۃ العلماء کلکتہ کا خطبۂ صدارت،

یہ خطبہ جسمین عالم اسلام کے ہر قسم کے مسائل پر غائر نظر ڈالی گئی ہے اور علماء کو موجودہ مذہبی خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے اور ہندوستان مین مسلمانون کے حقوق و فرائض سے بحث کیگئی ہے، نہایت اہم ہے، اکثر شائقین اسکا تقاضا کر رہے ہین، اسلئے اون کو اطلاع دیجاتی ہے کہ دفتر مین اس خطبہ کے تھوڑے سے نسخے باقی ہین، جو اصحاب چاہین بقیمت منگوا سکتے ہین قیمت ۸ر ضخامت ۴۸ صفحے

شذرات

ہماری جماعت کا لعل شبچراغ گم ہوگیا

آہ! عبدالرحمان،

اس دو سال کے عرصہ مین ندوۃ العلماء نے اپنے کیا کیا گوہر آبدار کھوئے! ابوالحسنات مرحوم، منشی یوسف مرحوم، اور آہ کس زبان سے کہین عبدالرحمان مرحوم! دارالعلوم ندوہ نے اپنی تیس برس کی مدت مین جتنے کارآمد اور علم و دین کے خادم پیدا کئے یقین کے ساتھ کہتا ہون کہ عبدالرحمن ان سب مین بہتر تھا، اللہ تعالیٰ نے انکی ذات مین علم و عمل کی ساری خوبیان جمع کردی تھین،

لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

خدا سے یہ محال نہین کہ .... دنیا کو ایک ذات مین جمع کردے

مرحوم کا وطن نگرام تھا، جو ضلع لکھنؤ کا ایک مردم خیز قصبہ ہے، یہان کے انصاریون کا خاندان مدت سے اپنے آس پاس اور اطراف اودھ مین علم و ارشاد کی مسند ہے، مرحوم اسی خاندان کے فرزند تھے، وفات کے وقت ستائیس سال کی عمر تھی گویا ۱۸۹۹ء کی پیدائش ہوگی، ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے اعزہ سے حاصل کی، غالباً سنہ ۱۹۱۰ء مین وہ دارالعلوم مین داخل ہوئے، اس وقت مین مدرسہ مین ادبیات کا معلم تھا، اور مرحوم نے کچھ ابتدائی کتابین مجھ سے پڑھی تھین، مرحوم کا بچپن آنکھون کے سامنے ہے، اسی زمانہ سے جب وہ مدرسہ مین بہت چھوٹے سے تھے، وہ اچھی، صاف اور سلجھی ہوئی تقریر کرتے تھے، چھوٹی سی عمر

اور چھوٹے سے قد مین انکی یہ ادا ایسی دلفریب تھی کہ وہ جلسون مین تماشا بنجاتے تھے، مولانا شبلی مرحوم جو ہمیشہ استعداد اور قابل جوہر کے ہمیشہ جویان رہتے تھے، وہ خاص طور سے مرحوم کی تربیت سے دلچسپی رکھتے تھے، ایک دو دفعہ جلسون مین وہ اپنے ساتھ ان کو لیکر گئے، مدرسہ سرائمیر (اعظم گڈھ) کے پہلے یا دوسرے اجلاس مین مولانا جب ان کو ساتھ لائے، تو اس بچہ کی زبان سے ایسے اچھے خیالات اور ایسی سنجیدہ تقریر سنکر لوگ حیرت مین آگئے،

سنہ ۱۹۰۷ء مین آریون نے شدھی کا پہلا فتنہ اٹھایا تھا، مولانا شبلی مرحوم اس سے بیحد متاثر ہوئے تھے، گروکل کے اصول پر مولانا نے خدام الدین کی ایک جماعت بنائی تھی جسمین ان طلبہ کو داخل کیا تھا جنکے والدین یا اولیاء اپنے بچہ کو صرف مذہب کی خدمت کے لئے وقف کرسکین، یہ بچے سادہ پہننے، سادہ کھانے اور سادہ رہنے کا عہد کرتے تھے، اور زمین پر سوتے تھے، اس جماعت مین جو طلبہ داخل ہوئے ان مین ایک یہ مرحوم بھی تھے، یہ جماعت مٹ گئی، اس کا بانی رخصت ہوگیا، حالات بدل گئے، مگر عبدالرحمان مرحوم نے اس حیثیت سے جو عہد کیا تھا، اسکو اخیر تک پورا کیا،

مرحوم نے سات آٹھ برس دارالعلوم مین تعلیم حاصل کی غالباً سنہ ۱۹۱۶ء مین انھون نے مدرسہ سے تعلیم کی فراغت حاصل کی اس سے اگلے سال پہلے دیوبند جاکر مولانا محمود حسن صاحب سے بیعت کی اور اجازت حاصل کی سنہ ۱۹۱۴ء مین مولانا شبلی مرحوم نے جو کام چھوڑے تھے ان کے متوسلین اور شاگردون نے ان کا بار اپنے ناآزمودہ کار کندھون پر اٹھالیا، ان مین ایک دارالمصنفین کا قیام اور دوسرا مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کا چلانا تھا، میرے ساتھ مولنا مسعود علی، اور مولانا عبدالسلام ندوی نے دارالمصنفین کا کام سنبھالا، اور دوسری طرف مولانا حمیدالدین صاحب کے زیر ہدایت مولانا شبلی متکلم ندوی نے مدرسہ کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیا، تعلیم سے فارغ ہوکر مرحوم بھی وابستگان شبلی کی جماعت مین داخل ہوگئے اور چار برس تک مدرسہ سرائمیر مین رہ کر درس و تدریس کا فرض انجام دیا، اور مدرسہ مین اپنے زیر تربیت چند اچھے لڑکے پیدا کئے، اسی اثنا مین اضلاع مشرقی مین جونپور سے گورکھپور تک انکی اصلاحی تقریرین

مقبول ہو رہی تھین، اسی زمانہ مین حضرت مولانا حمید الدین صاحب کے زیر سایہ قرآن پاک کا فیض حاصل کیا،

ترک موالات کے شباب مین جب سرکاری مدارس توڑے جا رہے تھے، مدرسہ عالیہ کلکتہ پر چھاپا مارا گیا، اور اسکی جگہ مولانا ابو الکلام صاحب نے مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کلکتہ قائم کیا، اس وقت مرحوم سرائمیر سے کلکتہ گئے اور مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد کلکتہ کی صدر مدرسی کا عہدہ قبول کیا، مولانا ابو الکلام قید ہوئے، مدرسہ کی مالی حالت جیسی تھی، وہ ظاہر ہے، اس مدرسہ کو مرحوم نے چند سال تک جس ایثار، جس محنت، جس جفاکشی سے چلایا وہ حد درجہ حیرت انگیز ہے، مدرسین کو سنبھالنا، لڑکون کو تسکین دینا اور پھر شہر مین اس کا اثر قائم رکھنا معمولی بات نہ تھی، اس تمام مدت مین شاید ہی ان کو اپنے ذاتی معاوضہ کی فکر ہوئی، یا ان کو وہ ہر ماہ مل سکا ہو، اس راہ مین کئی کئی وقت ان پر ایسے گذرے کہ فاقون تک نوبت پہنچ گئی، لیکن پیشانی پر بل تک نہ پڑا،

کلکتہ مین اس زمانہ مین شہر خلافت کمیٹی کے وہ صدر منتخب ہوئے، اور پورے شہر کو اپنے اخلاص، ایثار اور محبت سے گرویدہ بنا لیا، خلافت کانفرنس کلکتہ مین وہ صدر استقبالیہ بنائے گئے، اور کامیاب خدمات انجام دین جنکی یاد اب تک اہل کلکتہ کے دل مین ہے، ۱۰ مارچ کو جب میری زبانی کلکتہ مین ان کی وفات کی خبر پہنچی، وہان کے قومی کارکنون کو سخت صدمہ ہوا، وہ متوقع تھے کہ اجلاس جمعیۃ العلماء کے موقع پر میرے ساتھ وہ مرحوم بھی ہون گے، اور جب ان کو معلوم ہوا کہ میرے ساتھ وہ نہین، بلکہ ان کی حسرتون کی نعش آئی ہے تو چہرون پر ایک عجیب عالم طاری ہو گیا،

مدرسہ اسلامیہ کلکتہ کے بانیون نے جب مدرسہ کو بند کرنے کا تہیہ کر لیا، تو ان کے دوستون نے ان کو وہان سے ہٹا لینا مناسب سمجھا، چنانچہ وہ میرے اصرار پر کلکتہ سے لکھنؤ آئے، اور ۱۹۲۳ء مین دار العلوم ندوۃ العلماء مین ادب وتفسیر کی خدمت ان کے سپرد کی گئی، جسکو انھون نے آخر تک انجام دیا،

ان کو وجع مفاصل کی اکثر شکایت رہتی تھی، مئی ۱۹۲۵ء مین وہ اس عارضہ مین بیمار تھے، اور نقیہ ہو گئے تھے، اس وقت سے جوان کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا وہ ۲ مارچ ۲۶ء کو ختم ہوا، بیچ بیچ مین تندرست بھی ہوتے گئے، مگر مسلسل صحت قائم نہین رہی، ستمبر ۱۹۲۵ء مین ان کو معدہ وجگر کی خرابی کی بیماری ہوئی، اور یہ ممتد رہی، نومبر مین کچھ افاقہ ہوا تو وہ ابنالہ ندوۃ العلماء کے جلسہ مین گئے، وہان سے واپس آکر پھر طبیعت خراب ہوئی، مدرسہ سے رخصت لیکر مکان گئے، اور اس کے بعد وہ اکثر رخصت ہی پر رہے،

بہرایچ مین ان کے بعض اعزہ مطب کرتے ہین، ان کے اصرار پر وہ بغرض علاج بہرایچ گئے اور وہان اصل مرض مین افاقہ ہوتا رہا کہ دفعۃً ان کے داہنے پاؤن مین سرطانی پھوڑا نمودار ہوا، جس پر ۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو عمل جراحی کیا گیا، جو بظاہر کامیاب ہوا، یہ پھوڑا اس قدر کم اہم سمجھا گیا کہ ان کے وطن مین بھی اسکی اطلاع کی ضرورت نہین سمجھی گئی،

۵ مارچ کا دن گذار کر رات کو کچھ گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے، مگر صبر واستقلال کے اس مجسمہ نے تیمار دارون کو خود مطمئن کر دیا، ۶ مارچ کی صبح کو نماز فجر کے وقت نبض جب غیر منتظم پائی گئی تو ان کے طبیب ومعالج رفیق وعزیز حکیم محمد نعیم انصاری ندوی نے مایوسی کی حالت مین ان سے کچھ وصیتین دریافت کین، حکیم صاحب لکھتے ہین کہ اس وقت انھون نے جو جوابات دیے وہ ایسے شخص کی زبان سے جسکی حالت بالکل غیر ہو رہی ہو، حد درجہ حیرت انگیز تھے؛ اس کے بعد خود وضو کیا اور نماز فجر ادا کی، ادھر سلام پھیرا اور ادھر ایک ہچکی کے ساتھ عبد رحمان، رحمان کے پاس پہنچ گیا، اسی دن کی شام کو بعد مغرب لکھنؤ سے دار المصنفین خبر پہنچی، یہ تار برقی نہ تھی ایک بجلی تھی جو دل پر گری، اور تمناؤن کے خرمن کو خاک وسیاہ کر گئی،

مرحوم کی وفات سے نوجوان طبقۂ علماء مین جس رکن کی کمی ہوئی اور ہندوستان مین مذہبی اصلاحی تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا یقین ان کو کس طرح دلائین جو اس سے واقف نہ تھے، وہ ان لوگون مین تھا جو اصل مذہب اور ضروریات مین تطبیق دیتے وقت مذہب کا پلہ ہلکا کر دیتے ہین، وہ ہمیشہ سے ایک خوش مذہبی آدمی تھا، تقوی اور دینداری اس کے فضل وکمال کا زیور تھا، اکثر وہ لوگ جو اصلاحی

خیالات رکھتے ہین، علماء مذہب مین کم دور ہوتے ہین، مگر انکی ذات خشک و تر کا مجموعہ تھی، وہ حد درجہ
مذہبی اور حد درجہ مصلحانہ تھا، انکی تحریر و تقریر کا ایک ایک حرف مذہبی و اخلاقی اصلاحات کا دفتر ہے،

اس کے قلمی خیالات کا پہلا عکس مقالہ خواتین اسلام ہے، یہ رسالہ کی صورت مین ہز ہائنس
سرکار عالیہ بھوپال کے اعلان پر غالباً ۱۹۱۵ء مین مرحوم نے لکھا تھا، یہ رسالہ، مضمون کا اپنے موضوع پر
منفرد ہے، اس مین آیات و احادیث کی روشنی مین عورتون کے فضائل، مناقب، حقوق، فرائض،
اور اولیات بیان کئے ہین، اتفاق سے میرا بھوپال جانا ہوا، تو معلوم ہوا کہ ہز ہائنس نے اسکو پسند فرمایا اور دیکھا کر اپنے
دست خاص سے جا بجا اس پر بعض مباحث کے متعلق مزید تفصیل چاہی ہے، مین اس رسالہ کو بھوپال سے اپنے ساتھ
لایا اور جون جولائی ۱۹۲۰ء کے معارف مین تھوڑی تمہید کے ساتھ شائع کیا،

سرائے میر کے قیام کے زمانہ مین مدرسہ کے طلبہ کے لیے حدیث و ادب کی تعلیم کے لیے تالیف [illegible]
کے نام سے مرحوم نے ایک رسالہ لکھا اور وہ چھپا، اس مین وہ [illegible] یکجا کیگئی ہین، جو معنوی تعلیم کے
علاوہ [illegible] ادب [illegible] کی جان ہین، انھی دنون مین میری تالیف لغات جدیدہ کو
جسکی ترتیب عربی سے اردو ہے، انھون بدل کر اردو سے عربی کرکے میرے پاس بھیجا، وہ مسودہ اب
تک غیر مطبوع ہے، اسی زمانہ مین عید اضحی کا ایک عربی اردو خطبہ لکھا تھا،

قیام کلکتہ کے زمانہ مین سیاسی مضامین مختلف مذہبی، اور فرضی افسانون کی صورت مین لکھے اور اخبارات مین شائع
ہوتے رہے، اس قسم کے مضامین کا ایک مجموعہ "درس آزادی" کے نام سے لاہور کے ایک تاجر کتب نے شائع کیا ہے، "قدم تند [illegible]
فتح" ایک اور سیاسی رسالہ کا عنوان ہے جو کلکتہ ہی مین لکھا گیا تھا، خلافت کانفرنس کلکتہ کا استقبالیہ خطبہ صدارت بھی [illegible]
ہے، انجمن تبلیغ الاسلام نگرام کے صدر کی حیثیت سے یہ سنکر کہ آریہ ستیارتھ پرکاش کو عراق عرب مین عربی مین شائع کرانا
چاہتے ہین، مرحوم نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی حق پرکاش کا مسودہ [illegible] لیکر عربی مین ترجمہ کیا اور اسکا نام نور الحق [illegible]
اور وہ زیر طبع ہے، ندوہ مین میری فرمائش سے عربی مین منطق پر ابتدائی رسالہ لکھا تھا، مرحوم کے اصلاحی خیالات کا سب سے بڑا مظہر [illegible]

[illegible] انشا تھے، دو سال سے ہر ہفتہ کو کسی نہ کسی مفید عنوان پر نہایت سادہ عبارت اور پرتاثیر انداز مین مضامین لکھا کرتے تھے،

مرحوم نے ندوہ مین انگریزی بھی پڑھی تھی، اور اس مین تھوڑی استعداد بھی پیدا کی تھی، قدیم عربی تصنیفات کے مطالعہ کا بھی
شوق تھا، اور اسمین بڑی وسعت نظر پیدا ہو گئی تھی، مرحوم کا اصل فن ادب نہ تھا، تاہم وہ اس فن کی مشکل کتابین پڑھاتے تھے، عربی مین
بے تکلف انشا پردازانہ مضامین لکھتے تھے، چنانچہ رسالہ الجامعہ کلکتہ مین دو تین مضامین ان کے نکلے تھے، عربی مین بلا تکلف گفتگو کرتے
تھے، اور اسی طرح فلسفہ و کلام کی کتابین بھی وہ دیکھتے تھے، مگر اصلی ذوق انکا اصلاحی اور تجدیدی تھا، اسی لیے علامہ ابن تیمیہ کی تصانیف کے
بیحد شائق تھے، سرائے میر کے قیام کے زمانہ مین حضرت مولانا حمید الدین سے تفسیر کا جو فیض اٹھایا وہ قرآن پر مستقل قائم ہو گیا، مشہور کتب
احادیث پر بھی انکی خاصی نظر تھی،

یہ فضل و کمال، تقریر و تحریر، مطالعہ و وسعت نظر تو الگ چیزین ہین، مرحوم کی زندگی کا اصلی جوہر انکے اخلاق تھے، سراپا انکسار، سراپا تواضع
اور مجسم فروتن، مگر اس کے ساتھ خود داری، بے نیازی، غنی نفس، بلند حوصلہ، اپنے اساتذہ اور بزرگون کا حد درجہ لحاظ رکھنے والا، مطیع اور فرمانبردار،
مگر اپنے ساتھ کے سوا ہر بڑائی سے نڈر، اور ہر کبریائی سے بیخوف، ترک موالات کے زمانہ مین اعظم گڈھ اور کلکتہ مین انکی سیاسی تقریرین حد درجہ بلا انگیز ہوتی
تھین، مگر اسکا دل کبھی خوف سے آشنا نہین ہوا، بڑون بڑون کے سامنے اظہار حق مین گستاخی تواضع کے اس پیکر کی نگاہ نہین جھکی، پر جوانی اور
شباب اس سادگی اور زہد سے گذارا کہ زہد و سادگی کو بھی انکی جوانی پر رحم آگیا ہو گا، گاڑھے کا لمبا کرتا، سادی دو پلی ٹوپی اور اسی کا پائجامہ جو پہلے پہنا تھا
اور زندگی بھر پہنا، ترک موالات سے انکی وفاداری بہتیرون کی طرح صرف دکھاوے کی نہ تھی بلکہ وہ جلوت مین جسطرح ظاہر کرتا تھا، خلوت مین بھی اسی طرح
[illegible] پہننے کیلئے بہت اصرار کیا مگر غریبانہ تبسم جو اسکے چہرہ کا نور تھا، اس کے سوا کبھی کچھ جواب نہ دیا، جاڑون مین کبھی ایک [illegible] کمل [illegible] نہین [illegible]

وہ انسان کی صورت مین ایک فرشتہ تھا، اسنے نوجوان ہو کر اپنے اخلاق اور دینداری سے بوڑھون کو شرما دیا، ایکدفعہ ایک تقریب سے جسمین
ہم سب شریک تھے، وہ [illegible] انگریزی [illegible] گیا تو نے علماء اور مسلمانون کے
سامنے اپنی زندگی کا نمونہ پیش کیا، اہل ایمان کی شہادت ہے کہ تیری زندگی خدا کے حضور معتبر ٹھہری، تو رحمت الہی کی گود مین مسرور ہوگا
لیکن ہم تیری جدائی مین اشکبار ہین، تیرا جسم لحد خاکی مین ہے، مگر تیری یاد تیرے دوستون کے دلون مین ہے، تیری روحانی آرزو پوری ہو چکی
[illegible] کی ذات سے ہماری مادی آرزوئین ناتمام ہین، اور شاید اب وہ ہمیشہ کیلئے ناتمام رہین، مرنا ایکدن سبکو ہے، افسوس اسکا ہے کہ تو گیا اور [illegible]

مقالات

جمعیۃ العلماء کا خطبۂ صدارت

خاتمۂ سخن

جمعیۃ العلماء کی صدارت کے تعلق سے جو بسیط خطبہ مین نے دیا ہے، وہ خود معارف کی ایک اشاعت کے برابر ہے، اور اس کے بعض خیالات معارف مین پہلے شائع ہو چکے ہین، خاتمۂ سخن کے طور پر جو باتین آخر مین خاص ہندوستان کے متعلق عرض کیگئی ہین، ناظرینِ معارف کو ان سے بھی آگاہ رہنا چاہیے،

خطبۂ صدارت الگ رسالہ کی صورت مین بھی مطبوع ہے،

حضرات! دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ ہم اپنی تمام قوتون کو ایک مرکز پر جمع کرین، ہمارے خیالات و اعمال مین جو ایک طوائف الملوکی پیدا ہے، وہ دور ہو، حالت یہ ہے کہ ہم کو مذہبی، تعلیمی، سیاسی، اقتصادی، اصلاحی، تبلیغی، ہر قسم کی ضرورتین ہین، اور ان ضرورتون کے لیے ہمنے الگ الگ انجمنین قائم کر لی ہین، جنمین روزانہ تصادم رہتا ہے، اور ہر ایک کمی سرمایہ سے نالان ہے، اور ہر ایک اپنی مرکزیت کے لیے کوشان ہے، ہمکو معلوم ہے کہ اونچے طبقہ کے لوگ اور اعلیٰ تعلیمیافتہ اصحاب کی جماعت اس پسر دی کے ننگ کو گوارا نہ کریگی، لیکن بہرحال ملت کی کثیر تعداد جو عام طبقون پر مشتمل ہے، ضرور اس مین شرکت پر آمادہ ہوگی، ہم کو ضرورت ہے کہ ہم پھر اپنی ملت دقومیت اور تنظیم کی بنیاد اپنی سیزدہ صد سالہ بنیاد دیرینہ پر

کرین اور اعلیٰ جماعت اسلامیہ بنین، تاکہ ہم دشمنون کے مقابلہ مین قوت کا ثبوت دے سکین،

ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانون کو یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے، کہ آئندہ ہندوستان کی جو شکل و صورت بھی ہو، بہرحال یہان کی حکومت اسلامی نہ ہوگی، بہتر سے بہتر جو صورت خیال مین آسکتی ہے، وہ ایک متحدہ جمہوریت کی ہے، اسلیے ہر حال مین مسلمانون کے لیے ضرور ہوگا کہ اپنے قومی و مذہبی ضروریات کے آپ کفیل ہون، اور یہی ضرورت بعینہ اس وقت بھی ہے، مسلمانون کی اسلامی و مذہبی تعلیم ان کے مدرسے ان کی مسجدین، ان کے اوقاف، ان کے نکاح و طلاق، و وراثت وغیرہ قوانین و مسائل خاص محکمون کے محتاج ہین، اور آئندہ بھی رہین گے، اس وقت ہم جس بے نظامی، اور بے ترتیبی کی زندگی بسر کر رہے ہین، وہ حد درجہ قابل افسوس ہے، نظر اٹھائیے، ہم سے کہین کم تعداد مین مسلمان، فلپائن، آسٹریا، ہنگری، بلگیریا، زیکوسلویا، اور یونان مین ہین، تاہم ان کے تمام قومی و مذہبی صیغے مفتی اعظم کے ماتحت منتظم اور باقاعدہ ہین، ابھی اسی مہینہ کے اخیر ہفتہ مین ریوٹر نے ہم کو مطلع کیا ہے، کہ پولینڈ کے تمام مسلمانون نے جمع ہو کر وہ ارکان کی ایک مجلس ترتیب دی ہے اور اس مین چند کارکن منتخب ہوئے ہین، ایک صدر کا انتخاب کیا ہے، تاکہ وہ اس وحدت تنظیمی کے سایہ مین اپنی اسلامی زندگی کو قائم رکھ سکین، مگر افسوس ہے کہ اس سات کرور انسانون کی آبادی کا گروہ اب تک وحدت مرکزی کے اصول کے سمجھنے سے قاصر ہے،

ہندوستان مین، اب، اور اب سے زیادہ آئندہ مسلمانون کو اپنی بقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک امارت شرعی کے ماتحت اپنے کو منتظم کرین، تعلیم یافتہ اصحاب کو شبہہ ہے کہ علماء اس پردہ مین اپنی کھوئی ہوئی وجاہت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہین، اسلیے یہ صاف کر دینا چاہیے، کہ اگر ترکی مین مصطفیٰ کمال، مصر مین سلطان فواد، عرب مین ابن سعود، ریف مین محمد بن عبدالکریم ریاست اسلامی کا دعویٰ کر سکتے ہین اور ہم لوگ اس کے قبول کرنے کو تیار رہین تو کوئی وجہ نہین کہ ہم ہندوستان مین، ایک غیر مسلح، اہل، اور صاحب لیاقت قائد کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکین، اس کے لیے باقاعدہ بوریا نشین عالم ہونے کی ضرورت نہین، صرف

اس کے دل کو اسلام سے آشنا ہونے کی حاجت ہے، اس کے لیے اپنے مذہب اور مذہبی احکام سے ایک حد تک واقف ہونے کی ضرورت ہے، اس قائد کے ماتحت ایک منتخب مجلس شوری ہو، اس کے ماتحت تعلیم و تبلیغ تالیف و اشاعت، سیاست، اصلاحات، غیر ملکی تعلقات، مالیات کے مختلف شعبے ہون، ہر ایک شعبہ کا ایک ایک علیحدہ مدیر و ناظم ہو، تمامی محاصل و زکوۃ ایک جگہ جمع ہو کر ضروریات پر تقسیم ہون، اور اسی اصول پر صوبون کی امارتین ہون، اور ان کے ماتحت اضلاع کی وعلی ہذا القیاس، اسی کے ماتحت نکاح، و طلاق و وراثت وغیرہ کے محکمے ہون، دار الافتاء ہون، جہان سے جدید ضروریات کے متعلق فتوے صادر ہون اور سائے ملک مین اس مسئلہ مین جو بے ترتیبی ہے وہ دور ہو،

چند سال پہلے جب اس کے لیے موسم مناسب تھا، محض اس لیے بعض اکابر نے اس سے پہلو تہی کی، کہ تمام مسلمان اس پر متفق نہین ہو سکتے، اسلیے جب تک اتفاق عام نہ ہو جائے، اسکو قائم نہ کیا جائے میری رائے مین حد درجہ غلطی ہے، یہ ناممکن ہے کہ کسی طاقت کے بغیر تمام مسلمان از خود ایک مرکز پر متفق ہو جائین، اسلیے اس خیال خام سے ہٹکر ہم کو صرف یہ کرنا چاہیے کہ صوبون مین اس کے متعلق کوششین کرین، جن صوبون مین مسلمان بالکل صفر ہین، جیسے مدراس، ممالک متوسط وغیرہ، وہان اسکی سب سے پہلے ضرورت ہے، اور جس قدر مسلمان بھی اس مسئلہ پر متفق ہو سکین اور اس تحریک پر آمادہ ہو سکین ان کو ساتھ لیکر آگے بڑھنا چاہیے، آیندہ اس سلسلہ کی خود وسعت ہوتی رہیگی، تا آنکہ کسی وقت تمام مسلمان اس حلقہ مین آجائین، اسلام کے عقیدہ مین نظم و جماعت کے بغیر ہم صحیح اسلامی زندگی پر یقینا قائم نہین ہین، کہ نصب الامامة واجب!

جو لوگ اس حقیقت کی تسلیم سے اختلاف کرتے ہین، کیا وہ امامت کے اصولی مسئلہ پر اعتقاد نہین رکھتے، کیا ان کے نزدیک مسلمانون کی اتنی بڑی آبادی مین کسی امامت کی ضرورت نہین، یہ کہنا کہ امامت کیلئے نفوذ و اقتدار ضروری چیز ہے، صحیح ہے، لیکن یہ کامل امامت کی شرط ہے، مسئلہ کی

صورت تو یہ ہے کہ اگر مسلمان کسی امر واجب کے ادا کرنے کی کماحقہ اور اس کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہین ہے، تو آیا وہ واجب اس سے ساقط ہو جائے گا، یا حسب استطاعت جہان تک اسکی وسعت و قدرت مین ہو، اس کو ادا کرنا ضرور ہے، نماز کے لیے قیام و قعود اور قرآن پڑھنا تو ضروری ہے، لیکن اگر کوئی بیمار یا اپاہج یا گونگا اس پر قدرت نہ رکھے تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی، یا نماز واجب رہے گی، اور اسکو ادا کرنا اسکی طاقت اور وسعت کے مطابق فرض ہوگا، لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

حضرات! سوال یہ ہے کہ آیا ہر ناحیۂ بعیدہ کی امت پر اپنے اپنے ناحیہ مین نصب امامت واجب ہے یا نہین؟ اگر ہے تو اس بنا پر کہ اس کے نفوذ و اقتدار وغیرہ کے شروط پورے نہین ہو سکتے وہ واجب اس سے ساقط ہو جائے گا، یا جس طرح جس حد تک، اور جس صورت تک ممکن ہو گا، اس کا ادا کرنا ضروری ہوگا، مسلمانون کی تاریخ مین کیا ایسے واقعات نہین کہ انھون نے اپنی محکومی اور عدم استطاعت کی حالت مین بھی ایک نوع کی تنظیمی مرکزیت قائم رکھی، چھٹی صدی مین جب کافر تاتاریون نے ایران و خراسان و ترکستان و عراق پر قبضہ کر لیا تو کیا علمائے وقت نے اُس کے لیے مسلمان والی کے مطالبہ کا مسئلہ پیش نہین کیا؟ جو آج ہماری کتب فتاوی کا ایک باب ہے، اس وقت بھی جب مسلمانون کا اوج اقبال تھا تجارتی ضرورتون سے ان کو دوسری غیر اسلامی سلطنتون مین آمد و رفت اور سکونت اختیار کرنی پڑتی تھی، لیکن انکی اسلامی تنظیمی وحدت کا سر رشتہ یہان بھی ان کے ہاتھ سے نہین چھوٹتا تھا، تیسری صدی ہجری مین مسلمان تاجرون کی نو آبادی چین کے شہر خانفو مین تھی، مگر وہ کس طرح رہتے تھے، اور ان کے احکام و معاملات کیونکر فیصل پاتے تھے، سلیمان تاجر اپنے تیسری صدی ہجری کے سفرنامہ مین لکھتا ہے،

ان بخانفو وهو مجمع التجار رجلا مسلما یولیه صاحب الصین ا[illegible]
الذین یقصد[illegible]

شہر خانفو (چین) مین جو (مسلمان) تاجرون کا مرکز ہے، [illegible] ہے جسکو شاہ چین ان مسلمانون کے درمیان [illegible] جو اس ملک مین جاتے ہین

[illegible] محتاجون کی باقاعدہ امداد ہو، اونکی معاشری حرامیو[illegible] قائم ہو، ان کے مکاتب و مدارس مالی نزع سے نجات پائین،

یتوخی ملك الصین ذلك واذا كان فی
العید صلّی بالمسلمین وخطب ودعا لسلطان
المسلمین وان التجار العراقیین لا ینکرون
من ولایته شیئا فی احکامه وعمله بالحق
وبما فی کتاب اللہ عزوجل واحکام الاسلام

شاہ چین اسکو چاہتا ہے، اور عید جب آتی ہے تو وہ مسلمانون
کی نماز کی امامت کرتا ہے، اور خطبہ پڑھتا ہے، اور بادشاہ اسلام
کے لیے دعا کرتا ہے، اور عراقی تاجر اسکی ولایت کے احکام اور
حق کے ساتھ اور کتاب الٰہی اور احکام اسلامیہ کے ساتھ
اسکے جاری کردہ حکمون سے سرتابی نہین کرتے،

(مروج الذہب پیرس ۱۸۶۱ء)

" " " " " " "

عراقیون کی فارسی زبان مین اس مسلمان والی، یا قاضی کا نام ہنرمند تھا، جو عام استعمال مین ہنرمن بولا جاتا تھا، خود ہندوستان کے مختلف ساحلی شہرون مین جہان جہان مسلمان آبادیان تھین یہ ہنرمند غیر اسلامی سلطنتون مین اسلامی تنظیم وقضا کے ذمہ دار نظر آتے ہین،

چوتھی صدی ہجری کے جہاز ران بزرگ بن شہر یار اپنے سفرنامۂ عجائب الہند مین صیمور (مدراس کے قریب) مین عباس بن ماہان سیرافی ہنرمند کا تذکرہ کرتا ہے،

انه كان بصیمور رجل من اهل سیراف یقال
له العباس بن ماهان وكان هنزمن المسلمین
بصیمور ذو وجه البلد والمنضوی الیه
من المسلمین (صفحہ ۱۴۳ ایرلی) ۔

صیمور مین سیراف کا ایک شخص تھا جسکو عباس بن ماہان کہتے
تھے اور جو وہان مسلمانون کا ہنرمند تھا اور شہر کا ذی وجاہت
اور وہان کے پناہ گزین مسلمانون کا مرکز تھا،

" " " " " " "

وہان کا راجہ مسلمانون کے متعلق اسی کے فتوی پر فیصلہ کرتا تھا، اسی مقام مین ۳۰۴ھ مین مشہور سیاح مسعودی پہنچتا ہے، وہ کہتا ہے،

علی الهنزمنة یومئذ ابو سعید معروف [illegible]

[illegible] کی اتنی بڑی آبادی مین کسی امام ون ابو سعید معروف بن زکریا
[illegible] نہ کیا، وا لیعنی خود اقتدار ضروری چیز ہے صحیح ہے، لیکن یہ کامل امامت کی شرط اور اس کی

وذلك ان الملك یملك علی المسلمین رجلا
من رؤسائهم تكون احكامه مصروفة
الیه (مروج الذہب ۲ صفحہ ۸۶ یورپ)

صورت یہ ہے کہ راجہ مسلمانون پر ان کے رئیسون مین سے
ایک کو افسر بنا دیتا ہے، مسلمانون کے تمام مقدمات و احکام
اسی کی طرف رجوع ہوتے ہین،

حضرات! یہ تو گذشتہ عہد کا بیان تھا، آج بھی مسیحی طاقتون کے ماتحت جہان مسلمان آباد ہین، کسی نہ کسی حیثیت سے اس قسم کی تنظیم جاری ہے، ابھی تو نو پید الملک پولینڈ کے مسلمانون کی مجلس کا ذکر کر چکا ہون، بولشویک روس مین بھی مسلمانان قازان کی مجلس دینیہ اسلامیہ کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہین، خود ہندوستان مین سلاطین کے عہد مین صدر جہان کے نام سے اس قسم کا عہدہ قائم تھا جس کے ماتحت تمام قضاۃ و محتسب دائم ہوتے تھے، تاتاری کافرون کے استیلاء کے زمانہ مین اس عہد کے علماء نے اسی بنا پر مسلمان والی کے پہلو پر زور دیا، ممکن ہے کہ بعض اصحاب گذشتہ مثالون کو سامنے رکھکر یہ کہین کہ اس کے لیے حکومت مستولیہ کی حمایت و منظوری ضروری ہے تاکہ یہ منصب صاحب نفوذ واقتدار ہو سکے، اگر اس قسم کے معترضین کی اصلی غرض یہی ہے تو ان کو اصل مسئلہ کے انکار کے بجائے صاف صاف اپنی اس نیت کا اظہار کر دینا چاہیے، ہمارے نزدیک تو مقصود مسلمانون کو فائدہ پہنچانا ہے، اور وہ ان کے گلے مین ایک اور طوق کے اضافہ سے ممکن نہین، اس مسئلہ کے شرعی پہلو پر امارت شرعیہ بہار نے اس قدر مواد فراہم کر دیا ہے، کہ شک کی مزید گنجائش نہین،

حضرات! اس قسم کے نظم ملت سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانون کی وحدت ملی نمایان ہو، ان کے تمام مذہبی و ملی کام منتظم ہون، ان کی ضرورتین پوری ہون، ان کے مصارف و مداخل ملی مین ایک تنظیم پیدا ہو، اور اصلی جماعتی روح ان مین نمایان ہو، دار الافتاء، دار القضاۃ اور بیت المال کا قیام ہو، ان کے غریبون اور محتاجون کی باقاعدہ امداد ہو، انکی معاشرتی خرابیون کی اصلاح ہو، تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ قائم ہو، ان کے مکاتب و مدارس مالی نزع سے نجات پائین،

اس نظم ملت کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانون کے تمام اعلیٰ وادنیٰ طبقے نکاح وطلاق وورانت کی سخت معاشری مشکلات مین ہین آجکل آپ مین سے جن اصحاب کے پاس ملک کے اطراف سے فتوے آتے ہون وہ گواہی دینگے کہ اعلیٰ طبقہ کی عورتین خلع کے رواج پذیر نہونے کے باعث کس قدر مصیبت مین ہوتی ہین، ظالم شوہرون سے نجات پانے کے لیے انتہا یہ ہے کہ اعلیٰ خاندان کی عورتین شومیِ قسمت سے تبدیل مذہب تک کی جرأت کرلیتی ہین، نیچے طبقہ کی مسلمان عورتون مین فوری و بدعی طلاق کی صورتین، مفقود الخبری، عدم ادائے نفقہ اور فسخ نکاح کی متعدد صورتین پیش آتی ہین، جنکے علاج سے ہم اس نظم وامارت کے بغیر قطعاً مجبور ہین، کیا امت محمدیہ کی یہ حالت علمائے کرام اور مسلمانون کی توجہ کے لائق نہین، اوقاف کی بے ترتیبی، مساجد کی کس مپرسی، اماموں کی جہالت، اصلاح کی محتاج نہین مسلمانون مین شادی بیاہ کے مراسم، مشرکانہ افعال اور سوء اعتقاد کی ظاہر مثالین ہم کو ادائے فرض کی دعوت نہین دیتین ؟ مسلمانون کی اقتصادی بربادی سب سے زیادہ توجہ کے لائق ہے جسکا بڑا سبب علاوہ دیگر خلاف شرع اعمال کے یہ مراسم بھی ہین، ہمارے صوبۂ بہار مین آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے ۹۰ فیصد زمینداری مسلمانون کے ہاتھ مین تھی اور آج انھین فضول خرچیون کی بدولت ۹۰ فیصد دوسرون کے ہاتھ مین ہین، دو آنے ان کے ہاتھ مین ہین، اسی لیے ضرورت ہے کہ جدید اقتصادی ومالی مشکلات پر شرعی حیثیت سے علماء غور کرین، اور جدید اقتصادی ومالی صورتون مین جس صورت کا جو حل اور جواب ہو اسکی اشاعت کیجائے، سب سے زیادہ پر شور مسئلہ آجکل ہندوستان مین اخذِ ربا کا ہے، نیز سرکاری بنکون ڈاکخانون اور کو اپریٹو سوسائٹیون سے اخذ منافع کا ہے، نقدین کا کاروبار مسلمان نہین کرتے کیا اسکی طرف توجہ کی ضرورت نہین، تجارتون کی طرف مسلمان ملتفت نہین، اسراف انکا خاص امتیاز ہے، یہ تمام باتین علماء کے سطے کرنے اور جمعیۃ العلماء کے حل کرنے کی ہین، اور نظم ملت کے فرائض مین ہین، مسلمان قومون کے لیے یہ امر کس درجہ باعث شرم ہے کہ انکی برادری مین بعض ایسی قومین اور ایسے

خاندان بھی ہین جو وراثت کی نص صریح سے روگردان ہوکر رواج کو اپنا قانون بنائین، اور علانیہ ایک عدالت مین مسلمان اپنی قومیت بتاکر پھر یہ کہین کہ قرآن پاک ہمارا قانون نہین، بلکہ خاندانی رواج ہمارا قانون ہے پنجاب اور بمبئی کی بعض مسلمان قومون مین ہندو قانون کی پیروی کس حد درجہ افسوسناک ہے، لڑکیون کو ان کے حق وراثت سے محروم رکھنا جاہلیت کا وہ طریق ہے جس کے مٹانے کے لئے سرکار عالم محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت ہوئی، بمبئی کے کچھ میمنون مین اور بعض دوسری قومون مین افسوس ہے کہ اس جاہلیت کی رسم پر اب تک عمل درآمد ہے، اور سب سے زیادہ یہ سنکر مجھکو افسوس ہوا ہے کہ پونہ کے بعض بنے ہوئے مولویون نے ایسے ظالمون کی حمایت مین کچھ مسئلے گھڑے ہین، انا للہ۔

حضرات! ہندوستانی مسلمانون کو دشمنون کے معنوی حملوں سے بچانے کے لیے سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہین ہے کہ ناقص مسلمانون کو کامل مسلمان بنایا جائے، شدھی کے روکنے کے لیے یہی تدبیر ہے کہ دیہاتون اور دور دراز علاقون اور خاص نومسلم رقبون مین بکثرت مذہبی مکاتب جاری کئے جائین، غور فرمائیے کہ ایک مسلمان کو نامسلمان بنانا یہی ہے کہ اسکو علمی اسلام سے آگاہ نہ کیا جائے، اگر مسلمانون کا کوئی رقبہ مذہبی تعلیم سے سراسر ناآشنا ہے، تو وہ بظاہر جو کچھ ہو عملاً وہ گویا مسلمان نہین اور اس مین اور اس کے ہمسایہ ہندؤن مین چندان فرق نہ ہوگا، اسلئے کیا تعلیمی، کیا اصلاحی اور کیا تبلیغی ہر حیثیت سے دیہاتون مین مسلمانون کو مذہبی جہالت سے نکالنا سب سے بڑا فرض ہے،

ایہاالسادہ، اسی سلسلہ مین جمعہ کے خطبون کی اصلاح بھی اشد ضروری ہے، اہلحدیث اصحاب اور بہت سے علماء نے تو اردو زبان مین خطبہ دینے کے جواز کو تسلیم کرلیا ہے، تاہم اب بھی بہت سے علماء کو صرف اردو زبان مین خطبہ دینے مین تامل ہے، اگر اتنا بھی تسلیم کرلیا جائے کہ عربی کے ساتھ ساتھ اردو مین دینا جائز ہے، تو بہت کچھ اصلاح ہوسکتی ہے، اگر کسی اختلافی مسئلہ کو چھیڑنے کا جرم عائد نہ کیاجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ غیر مجوزین کے پاس سوائے عمل سلف کے غیر عربی زبان مین خطبہ کے عدم جواز کی

کوئی دلیل نہین، عمل سلف کے استدلال کے متعلق عرض ہے کہ طریق سلف کے مطابق خطبہ مین حسب ذیل خصوصیتین ہوتی تھین، وہ عربی زبان مین ہوتا تھا، وہ زبانی پڑھا جاتا تھا، کسی کتاب مین دیکھ کر نہین پڑھا جاتا تھا، اسکی صورت تلاوت اور قرأت کی نہ تھی بلکہ مختصر زبانی تقریر کی ہوتی تھی، اس مین آیات واحادیث کے التزام کے ساتھ مسائل حاضرہ ومتجددہ پر مسلمانون کو فہمائش ہوتی تھی، ایک ہی خطبہ کسی کا لکھا ہوا صدیون تک نہین پڑھا گیا، وہ سلاطین زمانہ کی مدح وستائش سے پاک ہوتا تھا، اس مین تقفیہ نہین ہوتی تھی، وہ مقفی اور مسجع بے معنی عبارت نہین ہوتی تھی، مگر ان تمام خصوصیات کو بلا تکلف ترک کر دیا، اور صرف عربی کی خصوصیت پر زور دینا قرین صواب نہین، اگر عربی کی قید نہ رہے تو حصول فوائد کے علاوہ محض ایک "بدعت" کو قبول کرکے متعدد بدعات سے ہم محفوظ ہوجائین گے، جمعیۃ العلماء کی تجویز مین یہ چیز بھی آنی چاہیئے کہ وہ سال بسال امامون کی ہدایت کے لیے مختلف خطبے جو ضروری و مفید اور ضروریات پر محتوی ہون شائع کرتی رہے، اسی طرح قرآن مجید جو تمام دنیا کے لئے آیا ضرورت ہے کہ اس کے ترجمے تمام دنیا کی زبانون مین ہون تاکہ قرآن بلسان قومہ ہو کر رب کی ہدایت کو ہر جگہ عام کر دے، خدا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اور ان کے خاندان پر رحمت بھیجے جنھون نے فارسی وار دو ترجمہ کرکے اس مسئلہ کو علمائے خلف کے اختلاف آرا سے بچا لیا، مصر وترکی مین اب تک قرآن پاک کے جواز ترجمہ اور عدم جواز مین معرکۃ الآرا بحثین در پیش ہین، لیکن اے صاحبو! اسی کے ساتھ اس فتنہ کو بھی روکنا چاہیئے جو آجکل ہندوستان مین عام ہو رہا ہے، کہ ہر اہل دنیا اہل تجارتی اغراض سے ایک نئے ترجمہ کی بدعت مین گرفتار ہے، ان ترجمون مین باہم اس درجہ اختلاف ہے کہ خدانخواستہ اگر اصل (بحکم وانا لہ لحافظون) محفوظ نہ ہو تو تحریف کے عمل گنا سے مفر نہین، یہانتک کہ بعض جاہل وطامع تاجرون نے قرآن پاک کے منظوم ترجمہ کی بھی جرأت کی گو افسوس ہے کہ ہم اپنی شرعی امارت ونظم ملت نہ ہونے سے اس کا کوئی علاج نہین کر سکتے،

اس کے ساتھ قرآن پاک کی طبع واشاعت کی احتیاط کا بھی سوال ہے، ہمارے نزدیک تو قرآن پاک کو غیر اسلامی مطابع مین چھپنے کے قانونی مسئلہ پر زور دینا چاہیئے، اسی کے ساتھ مطابع اور اسلامی مطابع کی جس مین سب سے آگے لاہور کے مطابع ہین، قرآن پاک کے اعراب والفاظ وغیرہ کی تصحیح مین بے پروائی سخت افسوسناک ہے، ہمنے چند قرآنون کو ایک ساتھ ملا کر دیکھا تو ہر صفحہ مین غلطیان نظر آئین، پیشاور کے ایک بزرگ نے اس قسم کی غلطیون کی مثالین چھاپکر شائع کی ہین، اور افسوس ہے کہ صاحب مطبع ہونے کی بنا پر اس گناہ مین ہم بھی کسی قدر شریک ہین، مصر وترکی مین قرآن پاک کی تصحیح مین سرکاری طور سے اس قسم کی تصحیح اور صحیح قرآن چھاپنے کی کوشش کیجاتی ہے، ابھی حال مین اسی ترکی مین جسکو شاید بہت سے لوگ بیدین ترکی کہنے کو تیار ہو جائین گے حکومت نے اپنی خاص نگرانی مین قرآن پاک کی اشاعت کی،

حضرات! جب یہ سطرین زیر تحریر تھین، مصر سے ایک نئی تالیف نقض کتاب الاسلام واصول الحکم محمد خضر حسین سابق مدرس جامع زیتونہ وقاضی محکمۂ شرعیہ تونس کی موصول ہوئی جسمین مصنف نے قاضی عبد الرزاق مصری کی کتاب الاسلام واصول الحکم کا جس کے فتنے کا ذکر پہلے آچکا ہے، نہایت شافی وکافی جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام اور سیاست کبھی مذہباً الگ نہین ہو سکتے، اور اسلامی قوانین کی بنیاد شریعت پر رکھی جاسکتی ہے نہ کہ رومن لا اور قوانین یورپ پر، جزاہ اللہ خیر الجزاء، ضرورت ہے کہ ہماری جمعیۃ العلماء بھی اس بارہ مین مصر وتونس کے علمائے حق کی تائید اور مخالفین سے اپنی برأت ظاہر کرے،

آخر مین ایک چیز کی طرف مجھکو اور مسلمانون کو متوجہ کرنا ہے، اور وہ دار الاسلام ہے، مدت سے یعنی سنہ ۱۹۱۰ء سے جب مین ندوۃ العلماء کے صیغۂ اشاعت اسلام کا نائب ناظم تھا، یہ خواہش میرے دل مین ہے کہ نو مسلمون کے قیام وتعلیم وتربیت کے لیے کوئی خاص جگہ بنائی جائے، جسکا نام دار الاسلام ہو، جس طرح یتیم خانے آپ نے قائم کئے ہین، نو مسلم خانے بھی آپ قائم کیجئے، عہد حکومت مغلیہ مین دار

جدید الاسلام کے نام سے ایک عہدہ تھا نومسلمون کی غور و پرداخت وغیرہ اس کا فرض تھا، اس کو بہت سی سرکاری اعانتین ملتی تھین، آجکل جو لوگ اسلام قبول کرتے ہین، انکی بہت بری حالت ہوتی ہے، اسلام کے بعد سب سے پہلی تعلیم جو ان کو دیجاتی ہے وہ گداگری کی ہے، کیا یہ اسلام کے شایان شان ہے، زکوٰۃ کے مصارف مین اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگون کا ایک حصہ رکھا ہے اور اس مد سے باقاعدہ اسکے لیے مصارف ادا ہو سکتے ہین، پھر بتدریج یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کے مختلف خاموش اطراف مین اس قسم کے متعدد دار الاسلام قائم ہون، جہان ایک سے دوسری جگہ نومسلم حسب حال منتقل ہو سکین، اور وہان وہ کچھ اسلامی تعلیم اور کوئی حرفت سیکھین، یا مسلمان زمیندار ان کو کاشتکاری کے کامون مین لگائین، غور کیجئے کہ اس وقت چھوٹی چھوٹی صنعت و حرفت کے تمام کام دیسی نوعیسائیون کے ہاتھون مین ہین، علاقہ ترہت کے راج مین جسقدر دیسی عیسائی ہین وہ بڑھئی اور لوہار کے کام سے بخوبی اپنی پرورش کر رہے ہین، پونہ، لاہور، لکھنؤ وغیرہ بڑے شہرون مین جلد سازی، چھپائی، اور اسٹیشنری کے متفرق کام انکو سکھائے جاتے ہین، کیا آپ ایسا نہین کر سکتے

حضرات! ابھی تو کہنے کی بہت باتین ہین، خوشنما تجویزون کا ایک انبار لگایا جاسکتا ہے، لیکن جب خیال آتا ہے کہ ہم کو کہنے کی جسقدر قوت ہے افسوس اس قدر کرنے کی نہین تو وعید لم تقولون ما لا تفعلون سے ڈر معلوم ہوتا ہے؛

فلو ان قومی انطقتنی رماحہم

اگر میری قوم کے نیزے مجھے نطق بخشتے تو مین بولتا،

نطقت ولکن الرماح اجرت

لیکن افسوس کہ انھون نے میری زبان بند کر دی ہے

ونسأل اللہ التوفیق لما یحب و یرضی، والعاقبة للمتقین؛

سراج اورنگ آبادی،

از مولوی بشیر احمد صاحب برہانپوری پنشنر ٹیچر ہائی اسکول دھولیا،

جب سے یہ پتہ چلا ہے کہ دکن اردو کا گہوارہ تھا، اور دکنی صدہا سال قبل اردو کی نظم و نثر پر حاوی تھے، تب سے خطۂ دکن مین ایک ہل چل سی پیدا ہو گئی ہے، اور ہر فرد بشر اس دھن مین ہے کہ کوئی پرانی کتاب مل جائے، تاکہ اسلاف کے زرین کارنامے منظر عام پر لائے جائین، خدا کا شکر ہے کہ اہل دکن کی یہ کوششین رائگان نہین گئین، آئے دن ایک نہ ایک کتاب دستیاب ہو ہی جاتی ہے، پہلے پہل کلیات قلی قطب شاہ نے اہل شوق کو اپنے دیدار سے مسرت بخشی، بعد ازان سب رس نے شائقین کو سوم رس پلایا، اس کے بعد طوطی نامے کا طوطی بولا، اور اب دیوان سراج نے اپنے چہرے سے فروغ نو پیدا کیا ہے؛

یہ دیوان جناب سید قادر محی الدین جیلانی صاحب ساکن اورنگ آباد کے ہان دستیاب ہوا، سراج کی ایک اردو مثنوی موسوم بہ بوستان خیال بھی ان کے پاس تھی، جو چند روز قبل حیدرآبادی حضرات لے گئے، سراج نے پہلے اپنے رطب و یابس کلام کا ایک کلیات ترتیب دے رکھا تھا، اور زیر بحث دیوان اسی کا انتخاب ہے چنانچہ خود مصنف نے اس کے بارے مین لکھا ہے کہ؎

اے سراج اس منتخب دیوان کے سب ریختے　　خامۂ مژگان خوبان سے ہین لائق صاد کے

یہ دیوان نہایت خوشخط ہے، اور سنہ ۱۱۶۱ھ کا لکھا ہوا ہے، جدول سنہری ہے اور کہین کہین درمیان مین سنہری افشان بھی ہے، شروع کے چند صفحات پر نہایت نفیس نقش و نگار ہین، تقطیع معارف کے برابر ہے اور صفحات ۲۰۸ ہین، اختتام پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے ؛:-

"تمت تمام بعون الملک العلام - دیوان من تصنیف شاہ سراج الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بروز دوشنبہ شہر صفر المظفر سنہ ۱۱۶۱ھ،"

یہ دیوان شاید خواجہ محمد جان صاحب بہادر قوی جنگ کے کتبخانے مین رہ چکا ہے، چنانچہ مندرجہ
عبارت کے نیچے ان کی اس طرح مہر ثبت ہے۔

مہر خواجہ محمد جان بہادر
قوی جنگ ۱۱۹۰ھ

اس کے بعد یہ کتاب ایک فرنگی کپتان کے قبضے مین گئی جیسا کہ ان کے منشی میرزا محمد حسین کی عبارت
ذیل سے ظاہر ہے:-

این کتاب از مال کپتان فارسن صاحب بہادر می باشد، خوش خرید نمودند کاتب الحروف میرزا محمد حسین عفی عنہ
منشی صاحب مذکور، مورخہ ششم ماہ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ،

زیر بحث دیوان سراج کے پہلے دیوان کے دس سال بعد لکھا گیا ہے، پہلا دیوان ۱۱۵۱ھ مین
ترتیب دیا گیا تھا،

حالاتِ سراج

نام شاہ سراج الدین اور تخلص سراج ہے، سادات حسینی سے تھے، خاص اورنگ آباد کے رہنے والے
تھے، شعرائے قدیم ان سے واقف تھے، میر تقی میر نے نکات الشعرا مین اور میر حسن نے اپنے تذکرہ مین
مین ان کا ذکر کیا ہے، لیکن دونون کو سراج کے پورے پورے حالات معلوم نہ ہو سکے، اشعار بھی
زیادہ نہ مل سکے، چمن بے نظیر مین چند غزلین پائی جاتی ہین، چونکہ یہ کتاب (چمن بے نظیر) بمبئی مین ۱۲۷۰ھ
مین چھپی ہے، اسلئے ممکن ہے کہ اس کے مؤلف کو سراج کا دیوان ملا ہوگا، جناب نواب مصطفے خان شیفتہ
اور عبد الغفور خان نساخ نے اپنے تذکرون مین سراج نام کے دو دو شاعرون کے حالات لکھے ہین، مگر
اشعار جو مثالاً درج کئے ہین وہ سراج اورنگ آبادی ہی کے ہین، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تذکرہ نویسون
کو ان کے صحیح حالات معلوم نہ ہو سکے، ہان لچھمی نارائن شفیق[1] نے گل رعنا اور چمنستان مین سراج کے متعلق
جو کچھ لکھا ہے وہ واقعی صحیح ہے،

[1] لچھمی نارائن شفیق غلام علی آزاد کے شاگرد رشید اور سراج کے ہمعصر تھے، انھون نے کئی تذکرے لکھے تھے جنمین بعض کتبخانۂ آصفیہ مین موجود ہین،

اوائل عمری سے سراج کا رجحان تصوف کی طرف تھا، یہ کیفیت بارہ سال کی عمر سے شروع ہوئی
سات سال تک یہی عالم رہا، حالت وجد مین زبان پر بیساختہ فارسی اشعار جاری ہو جاتے تھے،
ہوش مین آنے کے بعد حضرت شاہ عبد الرحمن صاحب چشتی کے مرید ہوئے، اور اپنے پیر بھائی عبد الرسول
خان کے ایما سے اردو دیوان لکھا، پہلا اردو دیوان ۱۱۵۱ھ مین لکھا، سراج نے اپنے مقطعون مین کئی
جگہ اپنے پیر شاہ رحمن کا نام دہرایا ہو، سراج نے ۱۱۷۷ھ مین وفات پائی،

دیگر تصانیف سراج

اردو دیوان کے علاوہ ان کا ایک کلیات بھی ہے، ایک مثنوی بوستان خیال ۱۱۴۷ھ
مین لکھی، ایک فارسی دیوان بھی مرتب کیا تھا، مگر اب اس کا کہین پتہ نہین ہے، فارسی شعراء کے کلام کا
ایک انتخاب کیا تھا، منتخب دیوانہا (۱۱۶۹ھ) اس کا تاریخی نام ہے،

شاگردی

میر نے نکات الشعرا مین لکھا ہے کہ سراج سید حمزہ دکنی کے شاگرد تھے، لیکن شعرائے دکن
کے تذکرون مین سید حمزہ کا کہین پتہ نہین چلتا، لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرہ چمنستان مین
اور افضل بیگ خان قاقشال تحفۃ الشعرا مین لکھتے ہین کہ سراج وہبی شاعر تھے، کسی کے شاگرد نہ تھے،

معاصرین سراج

سراج بڑے خوش نصیب تھے کہ غلام علی آزاد جیسے شاعر و ادیب ان کے ہم جلیس تھے،
ان کے علاوہ، لچھمی نرائن شفیق، عبد الوہاب افتخار دولت آبادی، ظفر بیگ ظفر اورنگ آبادی، محمد فقیر
درد مند ادگیری، مرزا محمد باقر شہید، موسوی خان جرأت، موسوی خان فطرت، عبد القادر سامی،
شمس الدین خان عاجز کے ساتھ صحبتین گرم رہا کرتی تھین،

شاگردان سراج

سراج کے دکن مین بیسیون شاگرد تھے جنمین سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہین،

(۱) خواجہ ابو البرکات عشرت (۲) خواجہ عنایت اللہ فتوت، (۳) خواجہ اشرف علی خان فغان
(۴) میرزا محمد جان نثار (۵) مرزا عطاء اللہ ضیا (۶) جے کشن داس یکجان،

ولی کے بعد ریختہ کا بازار سراج ہی سے گرم ہوا، ولی نے ریختہ کی زمین میں جو پودے لگائے تھے ان کو سراج نے اپنی توجہ کی آب پاشی سے سرسبز کیا، چنانچہ سراج اس پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

تجھ بنا اے سراج بعدِ ولی — کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

ولی اور سراج کے زمانہ مین کچھ زیادہ فرق نہین ہے، ولی نے ۱۱۵۵ھ مین وفات پائی اور سراج نے ۱۱۷۷ھ مین اس دار فانی سے منھ موڑا، بہر حال سراج نے ولی کی آنکھین دیکھی ہین، اور چونکہ ولی کی غزلون پر مخمس لکھے ہین، اسلیے ممکن ہے کہ ان کے آگے زانوئے تلمذ بھی تہ کیا ہو، مخمسون مین ملحقہ مصرعون کو اس خوبی سے کھپایا ہے کہ ولی کے اشعار کا لطف دو بالا ہوگیا ہے،

سراج نے ذو معنی الفاظ اور ضلع جگت سے کام لیا ہے،

جناب مولوی عبد الجبار صاحب صوفی ملکاپوری تذکرۂ شعرائے دکن مین فرماتے ہین کہ ولی کی طرح سراج کا کلام ایہام اور ذو معنی الفاظ سے پاک ہے، مگر ہم اس کے قائل نہین، کیونکہ بیسیون اشعار ایسے بھی ہمین ملے ہین جو ایہام ذو معنی اور ضلع جگت کی مد مین داخل کئے جا سکتے ہین، مندرجہ ذیل اشعار اسی قبیل سے ہین:-

شعرِ سراج از بس عالم مین ہے زبان زد — دیوان کی زمین ہے دیوان عام گویا،

گرچہ ماہِ نو فلک پر ہے ہلالی وقت کا — تاب کیا ہے بیت ابرو کا ترے لاوے جواب

پنجۂ عشق کے شکنجے سے — مین ہوا شش جہت مین بارہ باٹ

اس مشتری جبین کا مجھے غم ہوا زحل — طالع میرے کا نیک ستارہ کب آوےگا

زخم دل پر سلونے کے مت ستم کا لون رکھ — اے سلونے مان تو اپنی ملاحت کی قسم

وہ پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے — دل پھول کے پھولون نہ سماوے تو بجا ہے

کر اُس سوزن پلک نے دل مشبک — حمایت کے لیے ہین بند نا کے،

تجھ زنخدان کی چاہ ہے ساقی — حوض کوثر کی نین مجھے پروا (نہین)

گرچہ آسیب اس ذقن نے دیا، — لیکن آتی ہے مجھ کون بوسے بہی

جھانج مین کیون نہ آئے میرا دل — تجھ جدائی کی مجھ کون نوبت ہے

...س دکھلا اپنے رخ کا اے مہِ دریائے حسن — منتظر ہے دیدۂ گرداب اور چشم حباب

اس قسم کی بیسیون اشعار ہین جنکو بخوف طوالت قلم انداز کر دیا گیا ہے، گو آج کل کے شعراء رعایت الفاظ اور ضلع جگت کو عیب سمجھتے ہین، مگر ہماری یہ رائے ہے کہ متقدمین کے لیے الفاظ کی کھپت کا یہ بہترین ذریعہ تھا، یہی وجہ ہے کہ قدما کے کلام مین الفاظ کی جسقدر کثرت پائی جاتی ہے، وہ آجکل کے شعراء کے کلام مین نظر نہین آتی، موجودہ شاعری مین صدہا الفاظ متروک کر دیئے گئے ہین اور بے کچھ معدودے چند لفظون کو الٹ پھیر کر بار بار استعمال کیا جاتا ہے، اگر چندے یہی حال رہا تو فارس فیلن اور فرہنگ آصفیہ کے ہزارون الفاظ چند ہی روز مین چیستان یا معمے بنکر رہ جائین گے، شاہ سراج بھی میر، سودا، نظیر اور انشا کی طرح ہزارون الفاظ لکھ گئے ہین، مثلاً:-

کپڑون کے نام:- نیمہ وار، جامہ وار[1]، محمودی، چشم بلبل، مخمل،

پھولون کے نام:- موتیا، سورج مکھی، گل چاندنی، لالہ، ہزارا، گل دوپہری، گل عباسی، گل نافرمان، گل نرگس، گل سوسن، چنبیلی، گلاب، گل شب بو اور گل صد برگ،

اقسام رنگ:- پستئی، گلابی، کیسری یا زعفرانی، کاکریزی، خاکی، صندلی، سبز، سیاہ، عباسی، شہابی، ارغوانی، نرگسی، بادامی، سرخ، حنائی، زرد، سرمئی، پستئی،

اشیائے آتشبازی:- ہتھ پھول، ستارے، ٹوٹے، ستارون کا جھاڑ، ہوائی، مہتابی،

اصطلاحات شطرنج و گنجفہ:- بازی، ہار، جیت، بساط، نرد، ششدر، شاہ، شہ، میر بازی، اتر سونا

الفاظ متعلق بہ موسیقی:- پردہ، قانون، ساز، نوبت، زیر و بم، جھانجھ، طنبور،

[1] اب اورنگ آباد مین صرف جامہ وار، ہمرو، مشروع، کمخواب، اور تاش بنے جاتے ہین،

آلاتِ حرب :۔ کٹی، بندوق، بھالا، برچھی، تیغ، سروہی، تیر و کمان، خنجر، نیمچہ، توپ، نیزہ، شمشیر، کٹی، سپر، جمدھر،

الفاظ متعلق بہ زیورات و جواہرات و جواہر فروش، کم عیار، نقد قلب، کانٹا، موتی، جوہر، پہنچی، ہیرا، الماس، بلاق، جوہری، لعل، زمرد، عقیق، یاقوت، جواہرات کی آب، کھوٹا، کھرا، کسوٹی پر کسنا، تپانا،

الفاظ تصوف :۔ اسم جلالی، خانوادہ بیعت، سلسلہ، الفی، الف کھینچنا، مٹھ، بیراگی، بیراگ لینا، مرگ چھالا، خود پرستی، ہستی، نیستی، ہادی، وجد، حال، ناسوت، لاہوت، چراغی، حقیقت، مجاز، عرفان، وحدت، کثرت، زاہد خشک، زہد، تقوی، حلقہ، ذکر جہری، یاہو،

مندرجہ بالا الفاظ کے متعلق ہمنے اشعار بھی نکال رکھے ہیں، لیکن چونکہ تمام اشعار کا لکھنا خالی از طوالت نہ ہوگا اسلئے ہم اس وقت صرف فہرست ہی پر اکتفا کرتے ہین،

ہندی الفاظ اور ہندی تشبیہیں باوجود فارسی نگار شاعر ہونے کے سراج نے ہزارون ہندی الفاظ کا استعمال کیا ہے اور بعض جگہ تو ہندی تشبیہون سے بھی کام لیا ہے جس سے انکی زبان دانی اور بے تعصبی کی جھلک نمایان ہوتی ہے، اشعار ذیل پڑھیے اور داد دیجیے،

نین راون ہین، ارجن بان پلکین بھون دھنک جھمکے
ہمارے دل کی دکھ نگری کے راجا رام چندر ہو

مجکون جون فرہاد اس شیرین دہن کی یاد ہے
قصۂ چندر بدن ہے ہیکل تہیار نت

غمستان ہون مجو لب کی فصاحت کا و لیکن
رانجھا کے نصیبون مین کہان ہیر کی آواز

بھنورا برہ کے داغ کا ہوا اس مین جانشین
جب آب اشک تازہ یہ اس کا کنول کرے

مجلس مین شمع رو کی پروانگی ہے مجکون
میرے نصیب مین ہے کیا سبھ گھڑی لگن کی

یو تھی خیال یار کی آئی ہے جب ست ہاتھ
دلکے ورق سین تب ستی لکھتا ہون غم کے آنک

شوق دل کا یک بیک اُمڈے ہے دل
وقت آیا ہے میرے[٢] پر اب کھُل

له کٹی کٹری زبان کا لفظ ہے جسکے معنی شمشیر خود کے ہین، ٢ه میرے پر یعنی مجھ پر

دور کرنے کو غم کی تاریکی
چندر مکھ ہے چو دھوین رات کا چندر کان ہو؟

پیو باج بزم بلبل نالان خراب ہے
مرجھار ہا ہے صحن گلستان مین پھول آج

کہان جاتا ہے ای جادو نین موہت
(جادو چشم)
ہماری بات سن ای من ہرن موہت

سرمئی انکھون کو کیا سرمے سے کام
ناحق ان پر تو ستا یا کرتے ہو تم
(الزام)

دل کے پرت نگر کون بسائے ہم پیار سین
پھر کیون غضب سین مار کے سنگار کر چلے،

نفور تجھ بھون کا اے صنم سمرن ہو امن کا
سدا دیول کی پوجا کام ہے ہر اک برہمن کا

کیا ہے حق نے تجکون بادشاہ کشور خوبی
غریبون کی سوا کون مان لے دے دان درشن کا

برہ کے تیرباران کون سہا ہے بے جگر ہوکر
دل مجبور میرا سور ہے تجھ عشق کے رن کا
(بہادر)

جہنم کیون نہ ہو حسرت سے پانی
ہماری آہ آتش سے سرس ہے
(پُر خطر)

املا گو دیوان کا خط بہت صاف ہے مگر معروف و مجہول کا نمایان فرق نہین ہے، بعض جگہ لمبی "ے" کے نیچے نقطے دے دیئے ہین، جس سے معروف کا مفہوم ہوتا ہے، اور یہ حالت عدم نقاط مجہول سے مراد لیجاتی ہے، ہائے دو چشمی اور ہائے ہوز کا کوئی امتیاز نہین ہے، ڈ اور ڑ کو ذ اور ز لکھا ہے، جدائی اور کوئی کو جدای اور کوی تحریر کیا ہے، دیگر الفاظ کا خاکہ درج ذیل ہے :۔

جیوں = جون	دو = وہ	مجے = مجھے
ہوئیگا (بروزن فعلن) ہوگا	کے = کی	ہوین = ہون (بروزن فعل)
ہوئے (بروزن فع) ہو	کے = کے	تج = تجھ
ہوئین (بروزن فع) ہون	رواسنے = روانی	اپنا۔ لانا۔ کہانا۔ پانا وغیرہ
دلو (بروزن فع) دو	ساقے = ساقی	تمام مصادر کو لانان، کہانان،
آپھ = آپ	بہائے، بھاد	پانان لکھا ہے،

داؤ = دانون ، چھرو = چہرہ ، سے = ہے ، کنین = کے تین ،

الفاظ کا دو طرح پر استعمال | مندرجہ ذیل الفاظ کو دو طور پر استعمال کیا ہے :-

(۱) کوئی اور کئی (بروزن فع) (۲) نہین اور نین (بروزن فع) (۳) گئی اور گی (بروزن فع)

(۴) کہان اور کان (بروزن فع) ہوا اور لوہو دونون طرح (۶) انگارا (بروزن غبارہ)

انگارا (بروزن سہارا)

تذکیر و تانیث | بہت سے الفاظ جو آجکل مؤنث مانے جاتے ہین ان کو مذکر باندھا ہے، آہ اور آواز کو دونون طرح باندھا ہے، فاختہ کی جمع فاختے اور سلام کی جمع سلا مین لکھی ہے،

مذکر الفاظ:- جان - حمد - ابتدا - برسات - فنا - بقا - شفق - جانکندن - نرگس - ندا - سرحد - ہاٹ (بازار) لذت - چشم - تمنا - آرزو - سیر - معراج - بوند - قمری - قدر (یہ تمام الفاظ اب مؤنث بولے جاتے ہین، مگر سراج نے انھین مذکر باندھا ہے)

مؤنث الفاظ:- کندن (سونا) ذکر - کیف (نشہ) وصف - دَل (فوج) امتیاز - سلام وغیرہ الفاظ کو مؤنث باندھا ہے (آج کل التماس مختلف فیہ ہے)

دکنی الفاظ کا استعمال | سین (سے) ستی (سے) اپس کا (اپنا) کنے (پاس) تجھ صفت سے (تری صفت سے) مجھ قتل پر (میرے قتل پر) تجھ ثنا مین (تیری ثنا مین) اسی طرح - من ہرن - آہو نین - برہ آگ (برہ کی آگ) کا اشعار مین استعمال کیا ہے، سون اور تھے (سے) کا کہین استعمال نہین کیا ہے، ان الفاظ کے علاوہ چند خاص دکنی الفاظ استعمال کیے ہین جو ذیل مین مع تشریح لکھے جاتے ہین:-

جھال = آگ کی لپٹ ؎ کب تلک اب تاب لائے تجھ برہ کی جھال کا،

کرنا لگا = کرنا پڑا ؎

عشق جب آیا تو ترک آبرو کرنا لگا گوشہ گیری چھوڑ سیر کو بکو کرنا لگا

تھجنا = بتہ ہونا یا پتھرا جانا ؎ تھج گئین آنکھین میری تصویر حیرت کی قسم

جون تون = یونہی، اسی قسم کا ؎ زنجیر بھلی قید بھلی موت بھی جون تون
پن حق نہ کرے کس کو گرفتار کسی کا

پن = پر، مگر

تقصیر = جناب، حضور، یہ لفظ اب تک حیدرآباد مین بولا جاتا ہے، ؎

تقصیر اتنی عرض سنو اس غلام کی میرا سلام سب سے مقدم ہوا کیے

دہ[1] = اُس ؎

دہ خوش دہن کی جدائی سے بزم گلشن مین ہر ایک غنچہ ہے رنگ ملال کا شیشا

سلنا = کھٹکنا ؎ خار حسرت کا کلیجے مین سلا ہائے سلا،

رُلنا (لوٹنا) ؎ مرغ بسمل سا لہو بیچ رلا ہائے رلا،

پھوٹنا = ٹوٹنا، اہل دکن ہر چیز کے ٹوٹنے کو پھوٹنا کہتے ہین ؎ شیشۂ ناموس و ننگ کا پھوٹنا

سرس = بڑھکر ؏ ہماری آہ آتش سین سرس ہے،

یون کر جیونکر = اس طرح جس طرح (یہ استعمال دکن مین اب متروک ہے) ؎

مقابل حسن کے ہے عقل یون کر کر جیونکر آگ کے نزدیک خس ہے

منگتا ہے = مانگتا ہے، میرے سے، مجھ سے، ؎ منگتا ہے میرے سے جان رخصت

بانی = آن ؎ نہ پھرنا جان دینا اس گلی مین دل بیجان کی بانی یہی ہے،

آہ سونا = آہ کرنا ؎ سوس کر آہ درد کھو آرام دل ہمارا ہوا درس کا گدا

سریکا = مانند ؏ مجھ سریکا اگر پریشان ہو،

باد بہنا = ہوا چلنا ؏ یہ آہ سرد کی جیسے بہی باد نسیم،

[1] دہ بمعنی اس، اب دکن مین بھی نہین بولتے،

تلوار بہنا، تلوار چلنا، ؎

تجھ عشق کے رن مین دل مرا کام آیا　　اس کھیت مین آج خوب تلوار بہی (از ربگی)

(اب باد بہنا یا ہوا بہنا دکن مین بھی نہین بولتے (پرانا محاورہ ہے)

اتا، اتنا ؎ کہا کسنے تجھے اتا ستم کر،

پھنکا، وار ؎ تیغ ابرو کے ایک دو پھنکے،

نہ سہاوے، نہ بھاوے ؎ گر سیر گلستان نہ سہاوے تو بجا ہے،

کھلا، کھلیان، خرمن، ؎

داغ جفا ہین سینۂ سوزان مین بیشمار　　جلتے کھلے کے بیچ انگارون کی کیا کمی

کھلا ہونا، چاند کے گرد ہالۂ ماہ ہونا، ؎

مہتاب رو کے رخ پہ سیہ خط نہین سراج　　جا کر کھلا ہوا ہے مرے دود آہ کا

فعل غلط کا استعمال — دکنی تا حال فعل کو فاعل کے مطابق استعمال کرتے ہین، فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد ہو گا، اور فاعل جمع ہو تو فعل بھی جمع ہو گا، فاعل کی تذکیر و تانیث کے ساتھ فعل کی بھی تذکیر و تانیث بدلی جاتی ہے، اس قسم کی غلطیان سراج کے کلام مین بھی پائی جاتی ہین:-

مین سنا ہون تجھ لبون کا نام ہے حاجت روا، = مین نے سنا ہے،

دیکھا ہون جب سے دانت ترے رنگ پان سے سرخ = مین نے دیکھے ہین،

عشق نے کیا کیا ہی مہمانی، = عشق نے کیا کی ہے مہمانی،

دغا کے ملک کے راجون نے ڈھیل ڈالے ہین، = ڈھیل ڈالی ہے،

بجوم داغ کے تختے بنایا غم کے مالی نے، = بنائے غم کے مالی نے،

سراج کی شاعری پر ایک نظر — شاہ سراج اپنے زمانے کے استاد اور ماہر فن تھے، اردو ن کے چبائے ہوئے

نوالون کو چبانے سے انھین عار تھا، تشبیہات کے معاملے مین وہ مروجہ اردو یا فارسی شاعری کے مقلد نہ تھے، بلکہ انتہا درجہ کی جدت پسند پائی تھی، ان کا مطالعۂ اشیا نہایت وسیع تھا، انگریزی شاعرون کی طرح چشم دید باتون کو شعر مین باندھ گئے ہین، آہ کی تشبیہین نہایت فرسودہ ہوگئی ہین جنھین سن سنکر کان اکتا گئے ہین، لیکن اسی پامال مضمون کو شاہ سراج دوسو سال قبل اس خوبی کے ساتھ لکھ گئے ہین کہ بالحالہ دل سے صدائے آفرین و مرحبا نکلتی ہے، اشعار ذیل ملاحظہ فرمایئے:-

(آہ کا علم) فوج خرد و ہوش مین ہلچل ہو سبب کیا　　شاید علم آہ نمودار ہوا ہے،

(آہ کے سپاہی) اے عقل نکل جا کہ دھوان آہ کا نین ہو　　یہ عشق کے لشکر کے سپاہی نظر آئے

(ناگون کی پٹاری) دل پر آہ سین میرے وہ صنم ڈرتا نین　　کالے ناگون کی پٹاری ہو خدا خیر کرے

(آہ کی رسی) آہ کرتا خون دل پانی ہوا انکھون سے بہے　　کیونکہ بن رسی کوئے سے آب کھینچا جایئے؟

(آہ کی کنجی) کلید آہ سے صندوق دل کا قفل کھلتا ہو　　خدا کے کارخانے کا اتو مشکل کشا کہیے

(آہ کا سرنگ) قلعۂ دلکو غم نے گھیرا تھا　　تس پہ اس آہ کا سرنگ ہوا

یہ بات مشہور ہے، کہ سپند و ریا سرمہ کھانے سے آواز بیٹھ جاتی ہے، زعفران زیادہ مقدار مین استعمال کرنے سے آدمی ہنستے ہنستے مر جاتا ہے، مومیائی اعضا کو قوت بخشتی اور ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑ دیتی ہے، اسپند نظر بد کے کام آتا ہے، یہ باتین سراج کے زمانہ مین بھی مشہور تھین، ان کو اشعار ذیل مین باندھ گئے ہین:-

طاقت افغان مجھے کیونکر رہے　　خنجر چشم صنم کھول ہے،

ہنستا ہو مجکو دیکھ کے وہ شوخ اے سراج　　شاید کہ رنگ زرد مرا زعفران ہوا

جدائی سے ہوا ہون دل شکستہ　　تم اپنے وصل سے دو مومیائی

نہین ہے خوف مجھے اب کہ بہر دفع گزند　　جگر ہے مجمر، و دل ہو شرار، و داغ سپند

سراج نے کہین کسی پہلوان کو لیزم ہلاتے ہوے دیکھ لیا ہوگا، اس کا جھک جھک کر بار بار سیدھا ہو ہو جانا بہت مرغوب خاطر ہوگا، اس لیے اس کو بھی ایک جگہ باندھ گئے ہین، ؎

قدِ خمیدۂ غم دیدہ مجکو لیزم ہے،   ہوا ہون زور کشِ ورزشِ کشاکشِ غم

دکن مین عشرۂ محرم مین صدہا قسم کے کھیل تماشے ہوا کرتے ہین، کچھ لوگ حلقہ باندھکر الاؤ کے گرد پھرتے جاتے ہین اور ہائے دوست (ہے دوس) دولھا، ہائے دوست دولھا کے نعرے لگاتے جاتے ہین، ایک عجیب سمان ہوتا ہے، جو جگر کے ٹکڑے کئے دیتا ہے، سراج چونکہ روزمرہ کو غور وخوض سے دیکھا کرتے تھے، اسلیے اس لفظ کو بھی شعر کی زنجیرون مین جکڑ دیا۔ ؎

پکارون کیون نہین ہے دوست ہی دوست   کہ ہر شب قتل کی ہے رات مجکون

سراج کا زمانہ خیر وبرکت کا زمانہ تھا، دکن مین رات دن مُن برستا تھا، لوگ آسودہ وخوش حال تھے، روپیے پیسے کی کمی نہ تھی، دھن دولت سے خزانے پُر رہا کرتے تھے، اکبری مہرون کا گھر گھر رواج تھا، اسلیے سراج نے بھی داغ کی تشبیہ مین اس سکہ کو چلا دیا ہے، ؎

درگاہین عشاق کو کانِ جواہر گنج زر   سینے کے ہے صندوق مین ہر داغ مہرِ اکبری

سراج کے زمانے مین امیر امرا اور صاحب استطاعت اشخاص عیش وعشرت کے دلدادہ تھے شراب وکباب کے علاوہ معجون فلک سیر معجون گلابی اور اسی قسم کے بیسیون کیف آور معجونون کا استعمال ہوا کرتا تھا، سراج سے یہ واقعہ کیونکر چھوٹ سکتا تھا ایک شعر مین باندھ ہی تو دیا ؎

تری آنکھین نشہ مین اسقدر ہین سرخ اے ساقی   کہ ان کا دیکھنا مجھ حق مین معجونِ گلابی ہے

سراج کا تکیہ (جسکے اردگرد باغ بھی تھا) مرجع خلائق تھا، ہر ملت ومشرب کا آدمی وہان موجود ہوتا تھا[1]، بھنگڑون اور فقیرون کا تو ایک خاصا مجمع رہا کرتا تھا جنھین بجز افیون کی چسکی اور بھنگ کی سبزی کے

[1] ایک جگہ سراج اس کے متعلق فرماتے ہین ؎ چاہیے زاہدون کو جرعۂ تنگ   باغ عاشق ہے دست مشرب،

اور کوئی مشغلہ نہ رہتا تھا، سراج کے لیے ناممکن تھا کہ تمام باتین کھلے بندون دیکھتے اور اپنے دیوان مین انکا کہین بطور تشبیہ استعمال نہ کرتے، اسلیے ایک جگہ فرماتے ہین، ؎

مستون کو غم کے اب ہی یہ نشۂ دوبالا   اس سبز خط کی سبزی خالِ سیہ کی افیون

زمانۂ قدیم سے بارہوین صدی کے اخیر تک دکن کی فوج مین رجپوت، عرب اور افغان [زیادہ] بھرتی کئے جاتے تھے، رجپوت نیزہ بازی مین کمال رکھتے تھے اور کاکازئی افغانی سخت مزاجی مین ضرب المثل تھے، سراج نے مندرجہ ذیل اشعار مین ان کا ذکر کرکے ایک تاریخی واقعہ کی نقاب کشائی کی ہے

تیز جون نیزۂ رجپوت ہوا،   نوکِ مژگانِ صنم حق مین میرے

اصل مین بدرگ ہی جس کی ذات ہی کاکازئی   دیکھ تیری زلف کو کھاتا ہی سنبل پیچ وتاب (دیکھکر)

ہندوستانی حلوائی زمانہ دراز سے اپنی دوکانین سجاتے آئے ہین، اگلے زمانے مین گلوب، (پردۂ فانوس) دار قندیلین لگاکر دوکانون کی زیب وزینت بڑھائی جاتی تھی، سراج نے حلوائی کی قندیل کو بھی نہ چھوڑا ایک جگہ شعر مین باندھ ہی دیا، ؎

لب پہ ترے بُلاق کا موتی   ہے چراغ دوکان حلوائی

جس طرح اگلے زمانے مین کافور قیصوری، عقیق یمنی، کہربائے شمعی، مشک تبتی، حلتیت کابلی، آئینۂ حلبی، بردِ یمانی، کاسۂ چینی، فولاد ہندی اور فیروزۂ نیشاپوری کی شہرت تھی، اسی طرح ہندوستان مین تیغ محرابی، اور بوندی کی کٹار خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی، سراج نے جب کہ ادنی ادنی باتین تک شعرون مین باندھ دی ہین وہان ہتھیارون سے کیونکر گریز کرسکتے تھے، کہتے ہین اور کیا خوب کہتے ہین کہ ؎

اے صنم تیرے خیالِ ابروِ خون ریز سے   دل شہادت گاہ زخم تیغ محرابی ہوا،

ہے پپیہا شور مین تجھ بن۔ گھٹا آئی ہے جھوم   مجھکو لگتا ہے صنم ہر بوند بوندی کا کٹار

چونکہ اورنگ آباد مین جوار کی کاشت بہت ہوتی ہے، اور دشت و در کڑبی کے پولون سے پٹ جاتے ہین، دیہات کے کسان گاڑیان بھر بھر کر شہر مین بغرض فروخت لاتے ہین، کہین سراج نے بھی کڑبی کے پوے دیکھ لیے اور حضرت زاہد کے جسم مبارک سے تشبیہ دے دی، :-

نہین بخشے ہے کیفیت نصیحت خشک زاہد کی
جلا دو آتش صہبا سے اس کڑبی کے پولے کو

اگلے زمانے مین اورنگ آباد کی سرسبزی و شادابی ضرب المثل تھی، محمد تغلق کے زمانے ہی سے شاہی باغات کی بنیاد پڑچکی تھی، اجنٹا سے لیکر اورنگ آباد تک باغات کا ایک مسلسل سلسلہ قائم تھا، اور شمال مین کنڑ تک ان باغات نے جگہ گھیر رکھی تھی[1]، آب رسانی کا انتظام جیسا اورنگ آباد مین تھا اور کہین نہ تھا، گھر گھر باغات تھے جنکی پرورش ان حوضون کے پانی سے ہوا کرتی تھی جو ہمیشہ لبریز رہا کرتے تھے، ۱۸۲۳ء مین سر ولیم ارسکائین نامی سیاح نے سورت سے اورنگ آباد تک پیدل سفر کیا تھا اسے اورنگ آباد کے پانی کی افراط دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور اپنے سفرنامہ مین لکھ گیا کہ اورنگ آباد کی سی پانی کی افراط و فراوانی مین نے دنیا کے کسی شہر مین نہین دیکھی[2]،

باغون کی کثرت اور پانی کی فراوانی کے باوجود، اورنگ آباد اور اس کے مضافات کے فواکہات ناکافی ثابت ہوتے تھے، اسلئے بیرونجات سے بھی مختلف قسم کے میوہ جات آیا کرتے تھے، مثلاً سنگنیر (ضلع احمد نگر) کے انار اور شمالی ہند کے ہرے سیب بھی اورنگ آباد کے بازارون کی زیب و زینت بڑھایا کرتے تھے، بھلا ایسی مشہور باتین سراج سے کیونکر چھوٹ سکتی تھین، اپنے اشعار مین انکا استعمال کرکے آنے والی پود کے لیے معلومات کا ذخیرہ چھوڑ گئے، اشعار ذیل ملاحظہ ہون :-

دل پُر خون مرا ترے غم سے
ہو رہا ہے انار سنگنیر

سبزۂ خط سے زنخدان نے ترے پایا ہے رنگ
ان دنون آیا ہے تحفہ سیب ہندوستان کا

---

[1] رسالہ فوائد الناظرین اورنگ آباد مرتبہ محکمہ نظامت ترجمہ آباد دکن [2] رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی بابت ۱۹۱۹-۱۷ء ص ۷۲

سراج صائب کے رنگ مین

سراج چونکہ تشبیہون، اور استعارون کے بادشاہ تھے، صائب کا رنگ اختیار کرنا ان کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا، اپنے دیوان مین کئی جگہ صائب کی طرح تمثیلیہ اشعار لکھے ہین

دانہ دکھا کے مجھ کو کیا دام مین اسیر
آخر ہوا ہے آفت جان خط و خال دوست

گلے مین طوق ہے انگلی کو انگوٹھی کے حلقے سے
تلاش نامداری مین گرفتاری کا سامان ہے

داغ پیرہن فقر ہین آئینہ دلان،
تیرہ دل کب ہے سزاوار ژندہ پوشی کا

آنسو نے گرد کلفت دل کو فرو کیا
دیکھا ہے کس نے خاک کو بالانشین آب

نازک دلی ہے لازمۂ صاف طینتی
ظاہر ہے شکل موج سے چین جبین آب

صہبا پرست عشق کو عشرت روا نہین
مجلس سے غم کے نغمۂ طنبور دور ہے،

عزلت نشین کے نام کو شہرت ہی خلق مین
اس بات کا گواہ ہے عنقائے کوہ قاف

ترے لب کے ہین دعوے سب خلاف آنا زمین اکثر
کہ جون برعکس ہوتا ہے خط روئے نگین اکثر

(باقی)

گُلِ رعنا

از جناب مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جس مین اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اسکی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے باکمال اردو شعرا کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار اور ان کے ہر قسم کے کلام کے نمونے درج ہین اور اب دار المصنفین اعظم گڈہ نے شائع کیا ہے، لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ اعلی ضخامت ۵۰۰ صفحے قیمت صہ

"مینیجر"

جیمس کا نظریۂ جذبات،

(۲)

از مولوی مقصود ولی الرحمن صاحب ایم اے پروفیسر فلسفہ جامعۂ عثمانیہ

اب جیمس[1] کا نظریہ خود اسی کی زبان سے سنئے:

"کثیف جذبات (مثلاً خوف، غصہ، غم وغیظ) کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ کسی واقعہ کا ذہنی ادراک اس ذہنی تاثر کا باعث ہوتا ہے جس کو جذبہ کہتے ہیں، اور یہ مؤخر الذکر ذہنی حالت جسمانی مظاہر پیدا کرتی ہے، اس کے برخلاف میرا نظریہ یہ ہے کہ واقعۂ مہیجہ کا ادراک براہ راست اور بلا واسطہ جسمانی تغیرات کو پیدا کرتا ہے، اور ان تغیرات کا بحالت وقوع احساس جذبہ ہے، عوام کہتے ہیں کہ ہمارا نقصان ہوتا ہے، اس لئے ہم اندوہگیں ہوتے اور روتے ہیں، ہم ایک ریچھ کو دیکھتے ہیں، اور خوفزدہ ہو کر بھاگتے ہیں، کوئی شخص ہماری ہتک عزت کرتا ہے، اور ہم غصہ میں آکر اس کو مارتے ہیں، جس مفروضہ کی ہم یہاں حمایت کر رہے ہیں، اس کے مطابق یہ ترتیب صحیح نہیں، ایک ذہنی حالت دوسری ذہنی کیفیت کا نتیجہ نہیں ہوتی، جسمانی تغیرات کا ان کے درمیان ہونا لازمی ہے، لہٰذا یہ کہنا صحیح تر اور معقول تر ہوگا کہ ہم روتے ہیں اس لئے ہمکو افسوس ہوتا ہے، ہم مارتے ہیں، اسوجہ سے ہمکو غصہ آتا ہے، ہم بھاگتے ہیں اس سبب سے ہمکو ڈر لگتا ہے، نہ یہ کہ ہمکو افسوس

[1] بعینہٖ یہی خیال ۱۸۵۵ء میں جرمنی کے ایک ماہر تشریح اجسام جے ہنلے (J. HENLE) نے ظاہر کیا تھا، اور اس کی طرف جیمس صاف طور پر اشارہ کرتا ہے، اس کے علاوہ ایک اور شخص تسزولبے (CZOLBE) بھی جذبات کے متعلق یہی خیال رکھتا تھا، مادیت کا مشہور مورخ لینگ، اس کا ہمخیال ہے،

ہوتا ہے، اور ہم روتے ہیں، ہمکو غصہ آتا ہے اور ہم مارتے ہیں، ہمکو ڈر لگتا ہے اور ہم بھاگتے ہیں، ادراک کے بعد اگر یہ جسمانی احوال نہ ہوں، تو یہ ادراک خالصۃً وقوفی، بے زور، بے رنگ اور جذبی حرارت سے عاری رہتا ہے، اس حالت میں ہم ریچھ کو دیکھکر بھاگنا، یا ہتک عزت ہوتی ہوئی دیکھکر مارنا مناسب سمجھتے، لیکن خوف یا غصہ کا احساس نہ ہوتا،[1]"

جیمس یہ خیال ظاہر کرنے کو تو کر گیا، لیکن اس کو یقین تھا کہ اس کی مخالفت کی جائیگی، اس خیال کی مخالفت کا یقین تو ہر ذی عقل شخص کو ہوگا، اور جیمس تو نفس بشری کا رمز شناس تھا، اصلیت یہ ہے کہ ایسے عقیدے کو چھوڑ دینا جو مدت سے مسلّم ہو، معمولی بات نہیں، نیا خیال تو یوں بھی معترضین و مخالفین کی جماعت پیدا کر لیا کرتا ہے، اور اس خیال میں تو جدت کے ساتھ ندرت بھی تھی، کس قدر عجیب سی بات ہے کہ ہمکو غصہ صرف اس وجہ سے آتا ہے، کہ ہم مارتے ہیں، یا خوف اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے، کہ ہم بھاگتے ہیں، پہلی ہی نگاہ میں اور سنتے ہی، اس خیال کا لغو، مہمل اور محال ہونا جاہل سے جاہل پر بھی روشن ہو جاتا ہے، تا بہ علما و ماہرین چہ رسد، چنانچہ یہی ہوا، کہ عوام نے تو اس کو فرزانہ فلسفیوں کی مخصوص دیوانگی اور پاگل پن پر محمول کیا، لیکن علما اور ماہرین انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے کہ جیمس بہ ایں تبحر و قابلیت، اس لغویت کا قائل ہی نہیں بلکہ موجد ہے، لیکن جیمس ان سب پر خندہ زن تھا، اور ان کی جہالت کو علم کے حجاب اکبر کا نتیجہ سمجھتا تھا، بالکل اندھیرے اور بہت تیز روشنی، دونوں میں آدمی گویا اندھا ہو جاتا ہے، یہ لوگ اندھیرے کی وجہ سے تو اندھے نہ تھے، لیکن علم کی بہت تیز روشنی نے ان کو خیرہ کر دیا تھا، جیمس کے نزدیک اس خیال کی تائید و تصدیق، اور اس کے ظاہری استبعاد کو رفع کرنے کے لئے دور از قیاس خیالات، بہت زیادہ سائنٹفک اختبارات، منطقی استدلالات، اور متعدد مشاہدات کی ضرورت نہیں بلکہ بیش پا افتادہ و معمولیت

[1] جیمس، پرنسپلز آف سائیکولوجی، جلد دوم صفحہ ۴۴۹، ۵۰، آیندہ ہم اس کا حوالہ صرف جیمس سے دیں گے،

ہی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ لکھتا ہے:۔

"قارئین میں سے کسی کو اس میں شبہہ نہیں ہو سکتا، کہ اشیاء ایک خلقی و فطری آلہ کے ذریعہ سے فی الواقع اس قسم کے جسمانی تغیرات کا باعث ہوتی ہیں، اور یہ کہ یہ تغیرات تعداد میں اس قدر زیادہ اور بلحاظ قوت وضعف اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ تمام جسم کو باجے کا پردہ کہا جا سکتا ہے، جو شعور کے ہر تغیر سے، یہ کسی قدر خفیف وضعیف کیوں نہ ہو، متاثر ہوتا ہے، یہ عضوی فعلیتیں مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کے ساتھ مجتمع ہو سکتی ہیں، اور اسی وجہ سے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ خفیف سے خفیف جذبہ بھی ایسے جسمانی انعکاس کا باعث ہو، جو بحیثیت مجموعی ذہنی کیفیت کی طرح بالکل بے مثال ہو، چونکہ ہر جذبے میں اکثر حصے متغیر ہو جاتے ہیں، اس لئے ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ ہم کسی جذبہ کے مظہر کا کلیتہً احیا کر سکیں، جو عضلات کہ ہمارے احاطۂ قدرت میں ہیں، ان میں ہم ارادۃً اس قسم کے تغیرات پیدا کر سکتے ہیں لیکن جلد، غدود، دل، اور دیگر احشا کو متغیر کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ ہمارے ارادے کے زیر تصرف نہیں[1]"

یہاں اس بات کی توضیح ضروری معلوم ہوتی ہے، کہ جیمس کے نزدیک جذبہ ان احساسات سے مرکب ہوتا ہے، جو ہمارے جسمانی تغیرات کا نتیجہ ہوتے ہیں، مثلاً ریچھ سے خوفزدہ ہو کر ہم بھاگتے ہیں دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، تنفس میں سرعت پیدا ہوتی ہے، چہرے کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے، وغیرہ ان میں سے ہر ایک تغیر مخصوص احساس پیدا کرتا ہے، ان تمام احساسات کے مجموعے کا نام جذبہ ہے، اب چونکہ جسم میں ان گنت تغیرات ہو سکتے ہیں، اور چونکہ ان کے مرکبات و مجموعات کی تعداد بھی

[1] پرنسپلز آف سائیکولوجی جلد ۲ صفحہ ۴۵

بے نہایت ہے، لہذا یہ جذبہ کے ساتھ جسمانی تغیرات بھی مختلف ہوں گے، یا بقول جیمس "کوئی جذبہ دوسرے کے بالکل مشابہ نہیں ہو سکتا" اب ہر جذبے میں جسمانی تغیرات کے پیدا کردہ احساسات ہوتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ بعض جسمانی تغیرات کو تو ہم پیدا کر سکتے ہیں، لیکن بعض ایسے بھی مواقع ہیں کہ جو ہمارے قابو میں نہیں ہوتے، مثلاً جلدی جلدی سانس کا لینا، بدن میں رعشہ پیدا کرنا، بھاگنا، یہ سب ہمارے لئے ناممکن نہیں، لیکن غدود کی فعلیت کو روکنا، دل کی حرکت کو تیز کرنا، چہرے پر زردی پیدا کرنا یقیناً ہمارے لئے محال ہے، اگر ہم چاہیں کہ کسی خاص جذبہ کا نہ صرف ذہن میں بلکہ واقعۃً اپنے اندر احیا کریں تو ہمارے لئے لازمی ہے کہ ان تمام جسمانی تغیرات کو بھی بروئے کار لائیں، جن کے احساسات سے وہ جذبہ مرکب ہے، چونکہ ہم بالارادہ ان تغیرات کو پیدا نہیں کر سکتے، اسلئے کسی جذبہ کا اصلی حالت و صورت میں احیا بھی ناممکن ہے، مثلاً خوف کو پیدا کرنے کے لئے تمام عضوی تغیرات کو پیدا کرنا لازمی ہے، اور چونکہ یہ ناممکن ہے اس لئے نقلی خوف کی صورت بعینہ ایسی ہوگی، جیسے کہ ہم کاغذ کی بتی ناک میں کرکے چھینک لیں، یا ارادۃً ڈکار لیں، ظاہری حیثیت سے مصنوعی چھینک اور نقلی ڈکار اصلی چھینک اور حقیقی ڈکار کے مشابہ ہوتی ہے، لیکن اس میں اصل کی بات پیدا نہیں ہوتی، یہی حالت اس جذبے کی ہوگی ہے، جو اصلی اور حقیقی ہیجان کی عدم موجودگی میں بتکلف پیدا کیا گیا ہو، اس میں اصل کی حرارت اور جان نہیں ہوتی،

ان تمام باتوں کی توضیح کے بعد جیمس ایک اور اعتراض کی پیش بینی کرتا ہے، اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ مختلف اشیاء ہمارے اجسام پر بے تعداد تغیرات پیدا کرتی ہیں، اور یہ کہ ان کے مجموعوں کی تعداد بھی اسی قدر کثیر ہے، تو اس کا کیا ثبوت ہے، کہ ہم کو ان کا وقوف بھی ہو جاتا ہے، اس اعتراض کیلئے جیمس اسطرح تیار ہو کر

"تیسری بات یہ ہو کہ ان جسمانی تغیرات میں سے ہر ایک، یہ کوئی سا ہو، واقع ہونے کے وقت واضح یا غیر واضح طور پر محسوس ہوتا ہے، اگر قارئین نے کبھی اپنی توجہ اس طرف مبذول نہیں کی، یہ خبر ان کی حیرت اور دلچسپی کا باعث ہوگی کہ وہ

وہ اپنے آپ میں اکثر ایسے جسمانی احساسات کو معلوم کر سکتا ہے، جو اس کی مختلف جذبی کیفیات کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں..... ہمارے جسم کا ہر ایک حصہ ذی حس ہے، اور یہ اس احساسِ ذات میں جو ہم میں سے ہر ایک میں لازمی طور پر ہوتا ہے خفیف یا شدید، خوش آیند یا ناخوش آیند یا مشتبہ احساسات کا اضافہ کرتا ہے،..... چنانچہ جب ہم کسی ذرا سی مشکل سے زچ ہو جاتے ہیں، تو سارے جسمانی شعور کا نقطۂ اجتماع آنکھوں اور بھوؤں کے اکثر غیر محسوس سکڑنے پر ہوتا ہے، اسی طرح ایک عارضی اور دفعتہ ہراسانی میں یہ نقطۂ اجتماع بلعوم میں ہوتا ہے جہاں نگلنے کی سی حرکات ہوتی ہیں یا صاف کرنے کی سی، یا ایک خفیف کھانسی کی، اسی طرح اور بہت سی مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں"[1]

اس میں کلام نہیں کہ جیمس کے اس دعوے کی تردید دشوار ہے، مطالعۂ باطن سے ہم یقین کے ساتھ معلوم کر سکتے ہیں، کہ جسمانی تغیرات کا احساس ہمکو ہوتا ہے، چاہئے تو اصل میں یہ تھا کہ ہم مغلوب الجذبہ ہونے کی صورت میں اس کو معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس خاص وقت ہم کو یہ احساس ہوتا ہے یا نہیں لیکن یہ ناممکن ہے، کیونکہ جب ہم کسی جذبہ کو اس معائنہ کے لئے روکتے ہیں تو جذبہ سرے سے غائب ہو جاتا ہے، اس کا مطالعۂ باطنی ناممکن ہے، لیکن چونکہ ہم کو عام بحث سے تعلق ہے اس لئے جیمس کے بیانات کافی ہیں، تغیراتِ جسمانی کے امکانِ وقوع، ان کی کثرتِ تعداد، اور ان کے امکانِ احساس کو تسلیم کرا کے جیمس نے گویا اپنی اصلی دلیل کے لئے راستہ صاف کیا ہے، یہ تمام دلائل و توضیحات گویا دیباچہ تھے اسکی اصلی دلیل کا جسکو وہ اس طرح پیش کرتا ہے:۔

"اگر ہم کسی شدید جذبے کو تصور میں لائیں اور پھر اس کے شعور میں سے اسکی

[1] جیمس پرنسپلس آف سائیکولوجی جلد ۲ صفحہ ۴۵۱،

تمام جسمانی علامات کے احساسات کو منتزع کرنے کی کوشش کریں، تو ہمکو معلوم ہو گا کہ باقی کچھ نہیں بچتا، کوئی "ذہنی مواد" ایسا باقی نہیں رہتا جس سے اس جذبے کو مرکب کیا جا سکے ہم عقلی ادراک کی سرد حالت میں رہجاتے ہیں"[1]

اس دلیل کی تصدیق کے لئے جیمس پھر مطالعۂ باطن کی طرف مرافعہ کرتا ہے، لیکن یہاں وہ افراد کو بہت مختلف پاتا ہے، بعض تو اس کے انکار پر مجبور ہوتے ہیں، لیکن بعض اس کو اس قدر بدیہی الدلالت سمجھتے ہیں، کہ یہ استدعا ہی ان کے نزدیک لغو اور بے معنی ہے، اگر ایک مضحکہ خیز چیز کو دکھا کر ان سے کہا جائے کہ ہنسی کے احساس یا اس کے میلان کو روک لیں، اور پھر بتائیں کہ اس کی مضحکہ خیزی کے کیا معنی ہیں، تو وہ کسی چیز کا نام نہیں لے سکتے، مضحک چیز کو دیکھ کر نہ ہنسنا ان کے لئے طبعاً ناممکن سا ہے، اسی طرح اگر ہم خوف کے جذبے میں سے دل کی دھڑکن، تنفس کی تیزی، ہونٹوں کے رعشے وغیرہ کو خارج کر دیں، تو سمجھ میں نہیں آتا کہ خوف کس چیز کو کہا جائے گا، علیٰ ہذا القیاس غصہ میں اگر سینے کے اُبال چہرے کی سرخی، نتھنوں کے پھولنے، دانتوں کے پیسنے وغیرہ کا وجود نہ ہو، تو غصہ کا بھی وجود نہیں ہو سکتا یعنی یہ کہ جذبہ کی تکوین و تشکیل کے لئے ان کا ہونا از بس ضروری ہے، کیونکہ اگر یہ نہیں ہوتے، تو ان احساسات کا بھی وجود نہیں ہوتا، جو ان سے پیدا ہوتے ہیں، اور جب یہ احساسات نہ ہوں گے تو جذبہ کہاں سے آئیگا دوسرے الفاظ میں اگر ان کو خارج کر دیا جائے، تو جذبہ بے جسم ہوتا ہے، اور غیر مجسم جذبہ جیمس کے نزدیک عنقا ہے[2] غیر مجسم جذبہ ایک بے حس اور بے احساس وقوف کا مترادف ہے، اپنی حالت پر جس قدر زیادہ غور و خوض ہو گا، اسی قدر واضح یہ بات ہوتی جائیگی، کہ ہر قسم کی کیفیات جذبی، تاثرات و جذبات ان جسمانی تغیرات سے مرکب ہوتے ہیں، جن کو ہم ان کے مظاہر کہتے ہیں اگر ہمارا جسم بالکل بے حس ہو جائے تو جذبہ کا طاری ہونا ناممکن ہے،

[1] پرنسپلس آف سائیکالوجی حصہ دویم ص ۴۵۱ [2] پرنسپلس آف سائیکالوجی حصہ دوم صفحہ ۴۵۲،

اگر جیمس کا یہ نظریہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جذبہ مختلف عناصر و اجزاء کے مجموعہ کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ عناصر عضوی تغیرات ہوتے ہیں جو کسی مہیج سے اضطراراً پیدا ہوتے ہیں،

نوادر کی اس سے بہتر کیا مثال ہو سکتی ہو کہ جس وقت نئی دنیا میں جیمس جذبات کے متعلق فرسودہ، اگرچہ مقبول عامی و عالم اور دقیانوسی لیکن مسلم، ماہر و جاہل، خیالات کا قلع قمع اور اپنی اس مہم کے ذرائع و وسائل کی جستجو و تفتیش کر رہا تھا، تو اسی وقت اور ان ہی دنوں میں پرانی دنیا کے ملک ڈنمارک کی کوپن ہیگن یونیورسٹی کا ماہر عضویات، کارل جارج لینگ، بھی اسی شغلِ ہلاکت خیزی میں مصروف تھا، جو مقصد نئی دنیا کے ماہر نفسیات کے پیش نظر تھا، وہی پرانی دنیا کے ماہر عضویات کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرا رہا تھا، جس نتیجہ پر مقدم الذکر کی تمام تحقیق و تفتیش ختم ہوتی ہے، وہی موخر الذکر کی تمام کوششوں کو کامیابی کا تاج پہناتا ہے، نفسیات تأثرات، اور بالخصوص معالجین و اطبا، کی جو خدمت ایک نے کی، وہی دوسرے نے کی، غرض ان دونوں میں سے قدر تشابہ، اتحاد و اتفاق ہے، کہ سرزمینِ ہند میں اس قسم کے واقعہ کو معانی و بیان کی کتابوں میں سرقہ کی مثال کے طور پر بیان کیا جاتا، لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ جیمس لینگ کی مساعی اور اس کے طریق غور و فکر سے ناآشنا ہے، تو لینگ جیمس کے خیالات اور اس کے اسلوب تحقیق سے ناواقف، منزل مقصود دونوں کی ایک ہی ہے، مگر جو راستے ان دونوں نے اختیار کئے ان میں قدرے اختلاف ہے، پروطوغورس علم کی اضافیت کا سب سے بڑا حامی ہے، اس کے نزدیک صداقت و حقیقت مطلق نہیں بلکہ اضافی ہوتی ہے، لیکن صداقت و حقیقت کے مطلق ہونے کی اس سے بڑھکر مسکت شہادت اور کیا ہو گی، یہ سب کچھ ہے لیکن جو شہرت و ناموری جیمس کو حاصل ہوئی وہ لینگ کو نصیب نہ ہوئی، جذبات اور جیمس تقریباً مترادف ہو چکے ہیں، لیکن لینگ کے نام سے بہت کم لوگ روشناس ہیں، حالانکہ باعث شہرت دونوں میں ایک ہی ہیں،

جیمس کا نظریہ تو ہم اسی کے الفاظ میں گذشتہ اوراق میں مفصلاً بیان کر چکے ہیں، اب اس کے

نادیدہ، ہیگن و ہم کار کے خیالات بھی اجمالاً سن لیجئے[1]:-

،، ۔۔۔۔ ہر جذبے میں بھی اتنے ہی یقینی اور محسوس اجزاء ہوتے ہیں،

(۱) ایک علت یعنی ایک احساسی ارتسام جیسے حافظہ یا گذشتہ متلازم تمثال سے تغیر ہو جاتا ہے، اور (۲) ایک معلول یعنی محرک[2] اوعیہ کے تغیرات اور ان کی وجہ سے جسمانی و ذہنی وظائف کا تغیر، اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں اجزاء کے درمیان کیا واقع ہوتا ہے؟ یا یہ کہ ان کے درمیان کچھ ہوتا بھی ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی شخص مجھکو بھرا ہوا پستول دکھائے، اور میں لرزہ براندام ہو جاؤں، تو کیا نخستہ ذہنی عمل، یعنی خوف، شروع ہوتا ہے جو اس لرزہ، اختلاج قلب اور ہراسانی کی علت ہے، یا یہ جسمانی مظاہر اس دہشت انگیز علت سے براہ راست اور فوراً پیدا ہوتے، اور اس لئے جذبہ اجسام کے ان وظیفی اختلالات پر مشتمل ہوتا ہے،،

آگے چل کر پھر کہتا ہے:-

،، عام خیال یہ معلوم ہوتا ہے، کہ جیسا کہ ابھی کہا جا چکا ہے، ایک جذبہ انگیز موقعہ و محل کا قریبی نتیجہ خالصۃً نفسی ہوتا ہے، یعنی یہ کہ یا تو ذہن میں ایک نئی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، یا ذہنی حالت میں کوئی تغیر آ جاتا ہے، اس کے علاوہ یہ ذہنی فعلیت ہی وہ تأثر یعنی حقیقی انبساط

---

[1] The Emotions by James Lange Ed. K. Dunlop

ما بعد کے تمام اقتباسات اسی کتاب کے صفحات ۶۲ تا ۷۰، سے لئے گئے ہیں،

[2] وہ آلات جنکو اوعیہ دموی کی حرکات پیدا کرنے میں دخل ہوتا ہے،

"وانقباض وغیرہ ہے، اور جسمانی مظاہر ثانوی ہوتے ہیں، جو ہمیشہ ہر جذبہ

کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، لیکن بذات خود بالکل غیر ضروری ہیں"

یہاں تک اس نے عام خیال کی ترجمانی کی ہے، اور دکھایا ہے کہ عوام کے نزدیک جذبہ ایک ذہنی تاثر پر مشتمل ہوتا ہے، جسمانی مظاہر اس کے غیر ضروری اور منفک لوازم ہوتے ہیں لیکن اس کا خیال ہے کہ اس مفروضہ کو صحیح صرف اس وقت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب (۱) یہ ان مظاہر کی توجیہ کرے، جن کے لئے وہ قائم کیا گیا ہے، اور (۲) اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے ان مظاہر کی توجیہ ممکن نہ ہو، ان شرائط میں سے پہلی شرط کو وہ ناقابل ثبوت کہ کر تسلیم کر لیتا ہے، اب سوال صرف یہ رہجاتا ہے کہ کیا یہ ان مظاہر کی توجیہ کے لئے ضروری ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو یہ مظاہر اس کے بغیر بالکل ناقابل ہونے چاہئیں لیکن اس کو کسی طرح بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس مفروضہ کی عدم موجودگی میں ان مظاہر کی توجیہ ناممکن ہے، یعنی یہ کہ ذہنی تاثرات کے بغیر بھی جذبات کی ماہیت سمجھی اور سمجھائی جا سکتی ہے، اس تمام بحث سے وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے، کہ خوف کا جذبہ اصل میں جسمانی تغیرات کے ادراک کا ہم معنی ہے، اور یہ کہ اگر اس ادراک کو خارج کر دیا جائے، تو خوف کی ہستی بھی باقی نہیں رہتی، لیکن اس خیال پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے، کہ ہمارا ذاتی تجربہ اس کے بالکل منافی ہے، کیونکہ خوف میں بھی، ہر جذبے کیطرح ایک مخصوص تغیر، اور ذہن کی ایک مخصوص حالت کا احساس ہوتا ہے، جو جسم سے بالکل بے نیاز ہوا کرتا ہے، اس اعتراض کا جواب لینگ اس طرح دیتا ہے، کہ:-

"ہمارے پاس جسمانی اور ذہنی نوعیت کے احساس میں امتیاز کرنیکا

کوئی ذریعہ نہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص ذہنی احساس اور

جسمانی احساس میں تمیز نہیں کر سکتا، ہر ایک شخص نفسی اور جسمانی حیات

میں تفریق کرنے کے قابل نہیں، ہم کسی حس کا انتساب صرف نظر اتے

ہیں، نہ کہ کسی فوری اور قریبی ادراک کی بنا پر"

مثال کے طور پر وہ کہتا ہے کہ ایک غمزدہ شخص کے عضلات کی تھکان اور انکی نرمی اس کی بے خون جلد کی ٹھنڈک، کسی چیز پر توجہ مجمع کر سکنے کی ناقابلیت کو باعث غم کے خیال کا نتیجہ و معلول کہا جائے گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ محض اس خیال سے غم کی کیفیات پیدا نہیں ہو سکتیں اس کا وجود اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے جسمانی مظاہر کا ظہور نہ ہو، ان تمام دلائل سے وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ:-

"ایک خوف زدہ شخص کی علامات جسمانی کو خارج کرنے، یعنی اس

کی نبض اس کی نظر، اس کی رنگت اس کی حرکات، اس کے تکلم اور

خیالات میں اگر کوئی تغیر نہ ہو، تو اس کے خوف میں سے کیا باقی

رہ جائے گا"

لینگ کے اس نتیجہ کا مقابلہ کیجئے جیمس کے اس قول سے کہ اگر جذبہ میں سے جسمانی علامات کو خارج کر دیا جائے، تو کوئی ایسا ذہنی مواد باقی نہیں رہتا جس سے جذبہ مرکب کہا جا سکے، دونوں کے دونوں بالکل ایک ہی نتیجہ پر پہونچتے ہیں، دونوں کے دونوں جسمانی تغیرات کے احساس کو جذبہ کا جوہر قرار دیتے ہیں، نہ کہ کسی خاص ذہنی تاثر یا کیفیت وجدانی کو، دونوں کے نزدیک پہلے واقعہ مہیجہ کا علم ہوتا ہے، یہ علم جسمانی تغیرات پیدا کرتا ہے، اور ان تغیرات جسمانی کے احساس سے کیفیت حسی کا رونما ہوتی ہے، لیکن اس تمام اتفاق و اتحاد کے باوصف انمیں ایک جزئی فرق یہ ہے کہ لینگ کے نزدیک دوران خون کے تغیرات جذبات کے اساسی جسمانی اختلالات میں سے ہیں، جیمس نے ان تغیرات کو اتنی اہمیت

نہیں دی" اس کے نزدیک تمام تغیرات اور بالخصوص حشوی تغیرات، جذبات کے انبعاث کے لئے لازمی
اور ضروری ہیں، لیکن اگر اس جزئی اختلاف سے قطع نظر کر لی جائے تو جیمس ولینگ بالکل متحد الخیال
اور متفق الخیال ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نظریہ کو بالعموم "نظریہ جیمس ولینگ" کہا جاتا ہے،[1]

"باقی"

[1] بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ جیمس کا نظریۂ جذبات کرداریت کے نظریۂ جذبات کا پیشرو ہے، یا دوسرے الفاظ میں جیمس نے کرداریت کے خیالات وعقائد کی پیش بینی کی ہے، یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ "کرداری نفسیات، میں صرف جسمانی رد عمل سے بحث ہوتی ہے، بعینہ یہی حال جیمس کے نظریۂ جذبات کا ہے، اس میں بھی جسمانی تغیرات پر بہت زور دیا گیا ہے، اسی وجہ سے جیمس کا نظریہ کرداری ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر کے بہت قریب معلوم ہوتا ہے، لیکن اس خیال میں یہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ کرداریت شعور کے وجود کو ناقابل ثبوت "اور اسی لئے ناقابل تسلیم سمجھتی ہے" گویا اس کے وجود کی منکر ہے اس کے نزدیک انسان ایک مشین ہے جو خارجی یا داخلی "اثرات کی جواب میں رد عمل کرتا ہے" یہ صحیح ہے کہ جیمس نے اپنے نظریہ میں تغیرات جسمانی پر بہت زور دیا ہے، لیکن اس کے نزدیک جذبات صرف [illegible] نہیں بلکہ ان کے شعور یا احساس سے مرکب ہوتے ہیں، "اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس شعور یا احساس کو شامل کرنے سے جیمس اپنے کو کرداریت سے علحدہ کر لیتا ہے، ماہیت جذبات کے متعلق پروفیسر واٹسن نے کرداریت کی ترجمانی اس طرح کی ہے "کہ جذبہ ایک موروثی "انموذجی" رد عمل ہے جس میں مجموعی جسمانی آلات اور خصوصاً حشوی اور غدودی نظامات کے عمیق تغیرات شامل ہوتے ہیں" (نفسیات ایک کردار پسند کے نقطۂ نظر سے صفحہ ۱۹۵) "اور انموذجی رد عمل سے وہ رد عمل مراد ہے جس میں ایک ہیج کے جواب کی مختلف تفاصیل ایک حد تک مدامی اور منتظم ہوں اور ہمیشہ تقریباً ایک ہی ترتیب کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں" (ایضاً)، لیکن اگر جذبے کی ماہیت کو اس طرح بیان کیا جائے تو جذبہ اور جبلت میں امتیاز مشکل ہو جاتا کیونکہ جبلت بھی پروفیسر واٹسن کے نزدیک ایک تقریباً اسی نوع کا "انموذجی رد عمل" ہوتا ہے" اس مشکل کا عقدہ کشائی اس طرح کی جاتی ہے کہ جذبی رد عمل میں کم از کم عارضی طور پر بہلا تمام جسم مختل ہو جاتا ہے (ایضاً صفحہ ۱۹۶) جبلت میں ایسا نہیں ہوتا، اس فرق کو زیادہ وضاحت اور صحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے، کہ جذبہ میں دائرۂ اثر اس فرد کے جسم تک محدود رہتا ہے جس پر جذبہ طاری ہوا ہے، اس کے خلاف جبلت میں یہ اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ فرد بحیثیت مجموعی اپنے احوال کی اشیاء سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، (ایضاً صفحہ ۱۹۹) اس نظریہ کے مطابق ہمارے اکثر جذبات کے ساتھ جبلتیں بھی شامل ہوتی ہیں، مثلاً خوف کے جذبے کے ساتھ بھاگنے کی جبلی حرکات، چنانچہ خود واٹسن اس نتیجہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، خطا ہر ہے کہ جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہے، ایک ہی وقت میں جذبی کیفیت میں بھی تغیر پیدا کرتا ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ مان لیں، کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہے، لیکن یہ مان لینا مشکل ہے کہ ایک جبلی فعل کسی نہ کسی قسم کی جذبی حالت پیدا کئے بغیر صادر ہوتا ہے،" (ایضاً صفحہ ۲۳۱) ڈاکٹر میکڈوگل کا بھی بعینہ یہی خیال ہے اگرچہ ان کا طریق استدلال اس سے مختلف ہے (ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۲ و مابعد) لیکن شینڈ اس خیال کا مخالف ہے خود کہتا ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر جبلت کے ساتھ جذبہ پایا جائے مثلاً چلنا ایک جبلی فعل ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی جذبہ نہیں ہے (ملاحظہ ہو [illegible] POUND صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۱) یہ ایک بہت دلچسپ بحث ہے، لیکن ہمارے موجودہ مبحث سے خارج ہے، ورنہ یہاں تو "افسانہ از افسانہ می خیزد" کا قصہ ہے،

اسی ضمن میں یہ معلوم کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ایڈ فیلڈ نے جیمس اور کرداریت کے نظریۂ جذبات کے فرق کو واضح کرنے کے لئے یہ قاعدہ بیان کیا ہے، کہ کرداریت کا نظریۂ جذبات مساوی ہے جیمس کے نظریہ جذبات منفی شعور کے، یعنی اگر کرداریت کے نظریہ جذبات کو ب سے تعبیر کیا جائے، اور جیمس کے نظریہ کو ج سے اور شعور کیلئے د کی علامت مقرر کی جائے، تو اس تعلق کو ریاضی کی زبان میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:-

ب = ج - د

(ملاحظہ ہو نظریات حافظہ صفحہ ۳)

مزاجی مساحت ذہنی

(۳)

از جناب ظفر حسین خانصاحب سب ڈپٹی انسپکٹر مدارس فتحپور،

مشہور لطیفہ ہے کہ کہین کا لا تیتر بول رہا تھا، اس کو ایک بنئے، ایک حجام ایک قصائی اور ایک صوفی نے سنا، بنیا سمجھا کہ تیتر کہتا ہے "ہلدی، مرچین، ادرک"، حجام نے تصور کیا کہ وہ کہتا ہے "استرہ، قینچی، کتب"، قصائی کو سنائی دیا "ہڈی، گوشت، رانب"، جبکہ صوفی صاحب نے یہ تاویل کی "سبحان تیری قدرت"

ائتلافات افکار کی اس سے زیادہ عام فہم مثال ملنا دشوار ہے، زمانہ حال کے علمائے نفسیات نے ائتلافات ذہنی کو مزاج شناسی کا آلہ قرار دیا ہے، چنانچہ یہ عمل اس طرح کیا جاتا ہے کہ چند الفاظ معمول کے سامنے بولے جاتے ہین اور اس سے کہا جاتا ہے کہ مثلاً ان کے سننے کا سبب پہلا خیال جو اس کے ذہن مین خطور کرے، اسے بیان کرے، مثلاً

سوال، کتاب؟ جواب ۔ زہر عشق ۔ سوال۔ کرسی؟ جواب۔ تھیٹر

سوال۔ فرش؟ جواب، ناچ۔ سوال، خواہش؟ جواب، شراب

سوال۔ خوف؟ جواب، نالش،

راقم سطور نے اپنے اوپر اس طریقہ کی آزمایش کی ہے کہ کوئی ایک تصور لیا اور ایک کاغذ کے تختہ پر اس تصور کے ائتلافات، در ائتلافات، (بغیر ذہن پر زور ڈالے) لکھتا چلا گیا، دو سو تین سو ائتلافات لکھنے کے بعد، ان تصورات کو نوعیت کے اعتبار سے مختلف سرخیون مین تقسیم کیا اور یہ دکھایا کہ کس قسم کے تصورات کا پلہ بھاری ہے اور کس کا ہلکا، متعدد بار آزمایش کی ہے اور اس تجربہ کو ہمیشہ اپنے نفس کا آئینہ پایا ہے

بعض امریکن ماہرین فن نے، سیرت شناسی کی آزمایشین، اس قبیل کی معین کی ہین کہ معمول

مختلف جرائم کی علی قدر مراتب فہرست مرتب کراتے ہین، یا ان سے کہتے ہین کہ فضائل کو اپنے نقطۂ نظر سے ترتیب دو،

ایک اور طریقہ یہ ہے کہ معمول کو متضاد الفاظ کی ایک فہرست دیدی جاتی ہے مثلاً مستعد، کاہل، منکسر، وغیرہ اور معمول سے کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کو ان مین سے کسی کے تحت مین رکھے قابل لحاظ یہ امر ہے کہ معمول کن مقامات پر فوری فیصلہ کرتا ہے، اور کن مقامات پر تامل کرتا ہے،

ایک اور آزمایش مین معمول سے کہا جاتا ہے کہ اپنے دستخط بہ سرعت تمام کرو، اس کے بعد معمولی طرز سے دستخط کرائے جاتے ہین، دونون کا مقابلہ کرنے سے پتہ چلسکتا ہے کہ معمول مین کاہلی اور تیزی کا کیا تناسب ہے، دوسری آزمایش مین معمول سے کہا جاتا ہے کہ اپنا نام نہایت آہستہ آہستہ لکھے اس آزمایش سے اس کا پتہ چلسکتا ہے کہ معمول مین، خلاف عادت، حالات کے مطابق، اس ذات کو ڈھالنے کی صلاحیت کس درجہ ہے، علیٰ ہذا القیاس، ایک آزمایش مین ایک محدود اور تنگ جگہ مین معمول سے کچھ عبارت جلد لکھنے کو کہا جاتا ہے، موجد آزمایش کا خیال ہے کہ اس آزمایش مین ان خصوصیات ذہنیہ کا امتحان متصور ہے جسکو ایک ٹریم ہانکنے یا چلانے والے مین پایا جانا چاہئے، اسی طرح آنکھین بند کرکے، دو یا تین کا پہاڑہ پڑھتے ہوئے، یا دوسرے ہاتھ سے کھیلا کرتے ہوئے لکھنے کی آزمایشین ہین، جنسے مشکلات کے مقابلہ کی قوت کا پتہ چلتا ہے، ایک آزمایش مین قلم کے آگے کوئی وزنی چیز رکھدی جاتی ہے اور معمول سے کچھ لکھنے کو کہا جاتا ہے،

تصویرون کے وسیلے سے بھی مزاج شناسی کیجاتی ہے، معمول کے سامنے (مصور پوسٹ کارڈ اس بارے مین نہایت موزون آلۂ آزمایش ہین) چند تصویرین رکھیجاتی ہین اور اس سے کہا جاتا ہے کہ ان تصویرون کو اپنے پسند یا ذاق کے مطابق ترتیب دو،

لے میرے ذہن مین کچھ عرصہ سے یہ منصوبہ تھا کہ اپنے بچہ کو ابتدائی تعلیم کچھ پوسٹ کارڈون کے ذریعہ سے دون اس لیے کہ تعلیم کو مفہوم نوشت و خواند کی تحصیل مین محدود سمجھنا، تعلیم کے تنگ ترین معنی لینا ہین، اس طریقہ کی صورت عمل میرے ذہن مین یہ تھی کہ البم مین ہر شب کو ایک پوسٹ کارڈ چسپان کردیا جاتا ہے تاکہ دوسرے دن تک دفتی پر خوب وصل ہوجائے، یہ گویا

مزاج شناسی مین سب سے زیادہ مشکل کام، لیکن اسی کے ساتھ سب سے زیادہ ضروری، مختلف جذبات کے تناسب کا تخمینہ کرنا ہے، بخت و اتفاق سے ایک ایسا انکشاف حال مین ہوا ہے جس سے امید کیجاتی ہے کہ جذبات کے کمی و بیشی مہندسانہ طور پر صحیح صحیح قیاس کیجا سکیگی، یہ انکشاف اس طرح ہوا کہ ایک صاحب کے ہاتھ مین آلۂ برق پیما کے تار تھے، اس وقت اتفاقاً ان پر کوئی جذبہ طاری ہوا اور انھون نے دیکھا کہ سیلان برق کی مقاومت جوان کا بدن معمولاً کر رہا تھا، دفعتہً کم ہوگئی، بعدازان تجربہ سے معلوم ہوا کہ اگر معمول کے ہاتھ اس آلہ سے منسلک کردئیے جائین اور اس کے اندر خواہ داخلی اسباب مثلاً تصور کے ذریعہ سے یا خارجی اسباب مثلاً کسی کا نام لینے یا پستول کا فیر کرنے سے جذبات پیدا کئے جائین، تو آلۂ برق پیما سے اس انقلاب کا نشان ملسکتا ہے، چنانچہ معمول کی مختلف دلچسپیون یا جذبات کا باہمی تناسب اس آلہ سے کمال صحت کے ساتھ دریافت ہوسکتا ہے، یہ آلہ مستقبل مین نفسیانی دار الاختبار کا غالباً ایک اہم جزو ثابت ہوگا اور کیا بعید ہے کہ اس آلہ کو کسی عنوان سے زیادہ ترقی دیجا سکے اور شعور کے دیگر کیفیات کی پیمایش بھی اس کی ذریعے ہو سکے، بہر طور، فی الحال اس قدر مسلم ہے کہ آلۂ برق پیما، آلۂ جذبات پیما بھی ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) کا گویا اس دن کا سبق ہے، اول دس تصویر پر بچہ سے سوال کئے جائین اور وہ خود تصویر کو بغور دیکھ کر جواب دے اس کے بعد معلم یا معلمہ اس تصویر کے ذریعہ سے، بچہ کے معلومات عامہ مین اضافہ کرے، دوسرے دن گذشتہ یوم کی تصویر پر بطور اعادہ کچھ سوال کئے جائین، پھر ورق الٹ کر نئی تصویر پیش نظر کیجائے، ایک دم سے سب تصویرین بچہ کو دکھانا اس کی نفسی حیرانی کا باعث ہوگا، نیز بعدازان جب یہ تصویرین مقررہ قاعدہ کے مطابق، فرداً فرداً سامنے آئینگی تو چونکہ پہلے کی دیکھی ہوئی ہونگی، اسلیے بچے کو اس قدر دلچسپی نہ ہوگی جتنی پہلے بار دیکھنے مین ہوتی، اور جس قدر دلچسپی مین کمی ہوگی اسی قدر توجہ مین کمی ہوگی، اور جس قدر توجہ مین کمی ہوگی، اسی قدر حافظہ پر اس کا اثر کم پڑے گا، اس سلسلہ مین اس لطیفہ کا ذکر بیجا نہ ہوگا کہ اسی غرض کے لیے مین نے لکھنؤ کے بازار امین آباد کی خاک چھانی، لیکن بازار کی خوش مذاقی کا عالم یہ ہوا کہ کسی دوکان پر مجھے ایک پوسٹ کارڈ بھی اس قابل نہین ملا جو بچون کو دکھایا جاسکے، ایک دوکاندار صاحب نے تو یہانتک اہتمام کیا تھا کہ براہ راست فرانس سے حیا سوز پوسٹ کارڈ منگائے تھے، اور چونکہ انھین یہ معلوم نہ تھا کہ مین کس قسم کے پوسٹ کارڈون کی تلاش مین ہون، فرمانے لگے کہ بہت تھوڑے کارڈ باقی رہ گئے ہین، اگر آج نہ لیجیگا تو کل ان کے ملنے کی امید نہین، گویا یہ ہے تو ان رے چلک مانگ! اسی طرح بازار مین کوئی ایسا البم بھی نہ تھا جو بچون کے ہاتھ مین چند روز ٹک سکے، دوکانون پر بالعموم پتلے کاغذ کے البم ملتے تھے جن کی جلد لیڈ ریٹ یعنی چرم نما کاغذ کی تھی، فضول نقش و نگار بناکر ان کی قیمت بڑھادی گئی تھی، یہ البم بھی در اصل انہین نفیس پوسٹ کارڈون کے لیے موزون تھے جو دوکانون پر بالعموم پائے جاتے تھے،

بعض علمائے نفسیات کا اعتقاد ہے کہ اعلیٰ ذہانت کے ساتھ، عالی اخلاق کا پایا جانا ضروری ہے لہذا اول الذکر کو آخر الذکر کی ایک لازمی علامت سمجھنا کچھ غلط نہیں، چنانچہ امریکن پروفیسر ٹرمن کا دعویٰ ہے کہ اعلیٰ ذہانت کے ساتھ ان چوبیس اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے:-

ظرافت[1]، مسلسل توجہ[2]، استقامت[3]، جدت[4]، صفائی[5]، قوت ارادی[6]، دیانت[7]، ملنساری[8]، قیافہ[9]، صورت شکل[10]، بشاشت[11]، معاونت[12]، جسمانی خودداری[13]، محنت[14]، ہمت[15]، بھروسہ[16]، گویائی[17]، ذہنی انکسار[18]، قناعت[19]، ہردلعزیزی[20]، مزاج کی ہمواری[21]، ضبط جذبات[22]، فراخدلی[23]، تیزی[24]،

اس عالم نفسیات کا دعویٰ ہے کہ "ان چوبیس صفات کا تناسب دریافت ہونے پر بغیر باضابطہ مساحت ذہنی کے، معمول کا ذہنی خارج قسمت صحیح صحیح بتا سکتا ہوں"

ریفارمیٹری اسکولوں، جیل خانوں اور چکلوں کے باشندوں کی مساحت ذہنی سے دریافت ہوا ہے کہ ان میں سے اکثر کا ذہنی خارج قسمت اس قدر پست تھا جس قدر کہ ایک فاتر العقل انسان کا ہونا چاہیئے، علی ہذا وہ طلبا، جو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ذہنی خارج قسمت کے لحاظ سے نہایت ادنیٰ تھے، آگے چل کر بدچلن بھی ثابت ہوئے، اور عمر بھر، حکومت کے لیے اقتصادی حیثیت سے، ایک کثیر صرفہ کا باعث رہے، ایسے افراد کو، اگر ابتدا ہی میں ذہنی تشخیص کر کے، نگرانی کیجاتی اور ان کے مناسب حال، تعلیم و تربیت دیجاتی، تو حکومت صرف کثیر سے بچ سکتی ہے،

امریکہ کے ایک پہاڑی خاندان کے متعلق مذکور ہے کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے ساٹھ سال کی مدت میں ریاست مساچیسٹ کو پندرہ لاکھ روپیہ کے قریب، زیر بار کر چکا ہے، علاوہ ان امراض اور بداخلاقیوں کے جو اس کی ذات سے دیگر خاندانوں میں پھیلی ہیں، تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اس خاندان میں منجملہ ۲۰۰۰ افراد کے، ۴۰ فیصدی، ذہنی خارج قسمت میں نہایت پست تھے، ۲۴ فیصدی جرائم پیشہ تھے، اور ۳۰ فیصدی شرابی تھے، ۴۲ فیصدی عورتوں کو حرام کے حمل رہے، اور دس فیصدی علانیہ کسب کرتی تھیں؛

اس طرح خاندان جوک کا ذکر ہے جو ۷۵ سال کے دوران میں ریاست نیویارک پر اپنی بداعمالیوں سے لاکھ کا صرفہ ڈال چکا ہے اور خاندان تمام قریباً ۱۴ لاکھ کا صرفہ[4]!

درسی مساحت ذہنی،

نصاب تعلیم کے کسی مضمون کو لو اور اسکو نفسیاتی نقطۂ نظر سے غور کرو، تو معلوم ہوگا کہ ہر مضمون کی تہ میں متعدد قوائے نفسیہ کا عمل مضمر ہے، مثال کے طور پر پڑھنے کو لو، اگر پڑھنے کی نفسیاتی تحلیل کیجائے تو اس کے اجزائے ترکیبی یہ پائے جائیں گے[5]،

(۱) حروف یا الفاظ کا ادراک بصری،

(۲) ذہنی یا داخلی تلفظ، یعنی حروف یا الفاظ کے (مقررہ آوازوں کے ساتھ) باہمی ربط و تعلق کا احساس

(۳) لسانی یا خارجی تلفظ، یعنی ذہن کا، عضلات و اعصاب تلفظ یا مخارج قرات پر تسلط (۴) تفہیم عبارت،

چنانچہ پڑھنے کے امتحان کے ضمن میں، مذکورۂ بالا اعمال ذہنیہ کی مساحت، متصور ہے، اسی طرح دیگر مضامین کی نفسیاتی تحلیل کرنے سے دیگر کیفیات نفس ملتے ہیں،

محققین فن نے نصاب تعلیم کے ہر شعبہ پر آزمائشیں مقرر کی ہیں، جنکے ذریعہ سے مختلف عمروں یا درجوں کے طلبا کی مساحت ذہنی ہو سکتی ہے،

علاوہ عام مساحت ذہنی کے، درسی نظام آزمائش کا دوسرا مقصد، کسی خاص مضمون میں، طالب علم کی کمزوری کا دریافت کرنا اور اس کمزوری کی نوعیت کا تشخص کرنا ہے، یعنی درسی مساحت ذہنی کے ذریعہ سے ہم صحیح صحیح معلوم کر سکتے ہیں کہ فلاں طالب علم فلاں مضمون میں کمزور ہے (لیکن اس قدر عام امتحان سے بھی معلوم ہو سکتا تھا،) اور اس کمزوری کی نوعیت یہ ہے، درسی مساحت ذہنی اور معمولی امتحان میں بڑا فرق سوالات کی نوعیت کا ہے، معمولی امتحان کا منشا طالب علم کے منتہائے واقفیت کا جانچنا ہوتا ہے؛

سلی "قوائے ذہنیہ کی نفسیاتی آزمائش" مقدمہ مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر ذ برن، [illegible] ممکن ہو کر مزید غور کے بعد مزید تحلیل کیجائے جسکے سبب سے تمام [illegible] میں یہی اجزا ہیں

درآنحالیکہ درسی مساحت مین آزمایش نہایت سہل اور سادہ سوالات سے مرکب ہوتی ہے، جنکا مقصد
واقفیت کی پڑتال نہین ہوتا بلکہ ان قوائے ذہنیہ کی جانچ ہوتا ہے جو مضمون زیر امتحان سے متعلق
ان آزمایشون کو نفسیاتی اصول سے ترتیب دیا جاتا ہے اور ابتدا سے اخیر تک مبلغ کی جانچ کی بجاے
ترقی کی جانچ ملحوظ رکھی جاتی ہے، معمولی امتحان مین طالبعلم کی کمزوری کی تعین کیلئے کوئی باقاعدہ رعایت نہین ہوتی
ذریعہ سے طالب علم کے پاس یا فیل ہونے سے عام کمزوری کا پتہ چلسکتا ہی مگر یہ نہین دریافت ہوتا کہ وہ کمزوری
ہے، درسی مساحت ذہنی کی آزمائشون مین سوالات خاص اس امر کے دریافت کرنے کیلئے ترتیب دیے جاتے ہین
قلیل وقت مین معلوم ہوجاتا ہے کہ طالب علم کن مقامات پر ٹھوکر کھاتا ہے،

اس نظام مساحت سے کماحقہ واقفیت مدرسین کے لئے ازبس ضروری ہے، اسلیے کہ وہ اس کے
ذریعہ سے ایک ماہر فن کی حیثیت سے اپنے شاگردون کے ذہنی امراض کی صحیح و قطعی تشخیص کر سکتے ہین
اور مناسب حال علاج تجویز کر سکتے ہین، بعض مدرسین کمزور طلبا کی عدم ترقی سے بد دل ہوکر، مایوس
اپنی توجہ ان کی جانب سے ہٹا لیتے ہین اور انکی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح معائنہ سے قبل ان کے
نام خارج ہوجائین، لیکن چونکہ تعداد کی حاضری بھی ان پر عائد ہوتی ہے اسلئے طوعًا و کرہًا ان کے نام
رجسٹر رکھتے ہین، بعض مدرسین تو یہانتک کرتے ہین کہ اگر ان کو افسر معائن کے آنے کی اطلاع کسی ذریعہ
سے آگے مل چکی ہے تو ایسے طلبا کو اس روز غیر حاضر کر دیتے ہین اور قلت حاضری کے الزام کو خراب
کار کے الزام پر جو ان طلبا کے حاضر ہونے سے عائد ہوتا ترجیح دیتے ہین، لیکن جس طرح طبیب کی توجہ
کا مرکز مریض ہے نہ کہ صحیح انسان اسی طرح معلم کی دلچسپی کا مرکز، بالخصوص کمزور طالب علم ہونا چاہیے
اور ان معاملات مین، افسر معائن سے جو گویا ان سے زیادہ وسیع تجربہ کار طبیب ہے، مریض کو دکھا کر
مشورہ کے لیے تیار رکھنا چاہیئے، مجھے اس باب مین مدرسین کی غلط فہمیان دور کرنے کی اکثر ضرورت
پیش آتی ہے اور یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ کسی طالب علم کے کمزور ہونے کی ذمہ داری تنہا مدرس کی تعلیم

پاتا نہین ہوتی، بلکہ اس کے متعدد اسباب ہین، چنانچہ مدرسین کو ایسے طلبا حاضر کرنے کی طرح طرح سے
ترغیب دیجاتی ہے، میرے مدرسین آئندہ معائنہ کے وقت مین کرنے کے لیے حسب ذیل نقشہ تیار رکھتے
ہین جکی سرخیان انکو اچھی طرح سمجھا کر بتا دیگئی ہین، وہ سرخیان یہ ہین،

(۱) نام طالب علم (۲) درجہ (۳) مضمون (۴) کمزوری کی نوعیت (۵) کمزوری کے اسباب
(۶) علاج (۷) تجربہ یا تدبیر کا نتیجہ (۸) کیفیت،

کیفیت کے خانہ کا اندراج میرے لیے مخصوص ہے، طالب علم کا معائنہ کرنے کے بعد مدرس
کی رائے سے اتفاق یا اختلاف مع تدبیر لکھدیتا ہون جس طرح شفاخانون مین مختلف مریضون کے لیے
جداگانہ کمرے ہوتے ہین مثلاً آنکھ کے مریض کے لیے جدا، کسی دوسرے مرض کے لیے جدا، اسی طرح میری
ہدایت ہے کہ ایک ہی قسم کی کمزوری مین مبتلا لڑکون کو یکجا بٹھایا جائے، تاکہ ان کی مشترک شکایت کی جانب
مدرس باسانی توجہ کرسکے، اور انکی ترقی کی باسانی نگرانی کرسکے،

اس سلسلہ مین ایک واقعہ کا بیان غالبًا ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا، چند روز ہوئے ایک کمزور
طالب علم پیش ہوا، یہ طالب علم دیگر مضامین بالخصوص حساب مین اچھا تھا، لیکن اس کا خط باوجود ایک اونچے
درجہ کے طالب علم ہونے کے نہایت ناقص تھا، خط کی خرابی کی نوعیت یہ تھی کہ دائرے بالعموم ناقص تھے بعض
بعض دائرے تو گویا چند مستقیم خطوط کے ملانے سے بنا دیئے گئے تھے، مثلاً نون کو وہ تقریبًا یون لکھتا تھا
دوسری خرابی حروف کے ملاوٹ مین تھی، تیسری، لکھنے کی رفتار حد سے زیادہ سست تھی، اول و دوم نقص
نقشہ مین مذکور تھے لیکن سست نویسی کی جانب مدرس کا خیال نہین گیا تھا، حالانکہ مرض کی یہ ایک
نمایان اسباب کی تفتیش مین ایک مفید علامت تھی،

مدرس کے خیال مین، ان خرابیون کے دو سبب تھے (۱) طالب علم کی عدم توجہ اور (۲) غیر حاضری
طالبعلم مذکور کا معائنہ کرنے کے بعد، مین نے حسب ذیل اسباب قرار دیئے،

(۱) قلم کی غلط گرفت،

(۲) تختی کی غلط گرفت، صحیح زاویہ پر تختی کا نظر کے سامنے نہ ہونا،

(۳) قوتِ مشاہدہ کی کمزوری،

قلم اور تختی کی غلط گرفت کی وجہ سے ذہن کو اپنے تخیلات کی صحیح تعمیل کرانے مین جو مادی دشواری
پیش آتی ہوگی وہ ظاہر ہے، لیکن اسکے ساتھ اس مین بھی شک نہین کہ ان مادی مشکلات کے علاوہ اس
طالب علم کی قوتِ مشاہدہ بھی، فطرۃً نہایت ضعیف تھی،

مین نے تختہ سیاہ پر کھریا سے یہ شکل کھینچی | اور پورے تین سکنڈ تک پیش نظر رہنے کے بعد
مٹا دیا اور طالب علم سے کہا کہ وہ اس شکل کو اپنی تختی پر بنائے، اسکی بنائی ہوئی شکل کا نقشہ یہ تھا | اس
کا جز بجائے نصف دائرہ کے ایک کشیدہ منحنی مائل بہ استقامت، خط تھا جو عمودی خط سے جدا رہنے کے
بجائے اس سے ملا دیا گیا تھا، دائرہ کے غلط بنانے کا سبب ممکن ہے مادی ہو یعنی، قلم تختی کی غلط گرفت لیکن
دونون خطون کو ملا دینا صریح مشاہدہ کی خطا تھی، طالب علم کے خاندان کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم
ہوا، وہ ایک بنئے کا لڑکا ہے جس کا باپ، دادا، اور دیگر مورث اعلیٰ ہندی تحریر کے علاوہ کسی دوسرے
رسم الخط سے غالبًا نا آشنا تھے، حیاتیات کے قانونِ توارث کی بنا پر اس امر کو اہمیت دیجا سکتی ہے،
چنانچہ اس اصول پر حساب مین اس کا تیز ہونا اس نظریہ کی تائیدی تصدیق تھی، لیکن اس قدر
عیان مادی اسباب (جیسے قلم تختی کی غلط گرفت) کے سامنے بغیر کافی تجربہ کے اس نظریہ کو اہمیت نہین
دیجا سکتی، ہان اگر ان مادی موانع کے دور ہونے کے بعد اور کافی مشق و تمرین کے باوجود بھی یہ خرابیان
بحال رہین، تب منطق استقرا کے رو سے ان ہر دو امور کے سبب ہونے مین ضرور شک پیدا ہوجائیگا،
تحریر کے ابتدائی مراحل بچے کے لیے نہایت کٹھن منزل ہین، نفسی اعتبار سے، اس کے ہاتھ کے
رگ اور پٹھے، تحریر جیسے نازک کام کو زیادہ دیر تک انجام نہین دے سکتے، اسلیے کہ اعصاب پر

ان کی ذہنی توجہ کا تسلط زیادہ دیر تک قائم نہین رہ سکتا، میرے خیال مین ۵ سال سے آٹھ سال تک
کے بچے سے لکھائی کا کام لینا اس پر سخت ظلم کرنا اور تعلیم سے اسے بدشوق بنانا ہے، لیکن کیا کیا جائے
موجودہ اصول و نصاب تعلیم ہر ملک مین بچون کے ہاتھ مین قلم اور کتاب ایک ساتھ دیتے ہین،
عام دیہاتی مدارس مین تو جہان ایک مدرس کے پاس اعلیٰ اور ادنیٰ درجے ہوتے ہین یہ کیفیت
ہوتی ہے کہ مدرس بذات خود تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم مین دلچسپی لیتے ہین اور چھوٹے بچون کی تختی ادھر
بھری اور ادھر اس کو صاف کرکے پھر لکھنے کا حکم مل گیا، سچ پوچھیے تو تعلیمی نقطہ نظر سے ان بچون
کے حق مین تختی کا دھونا اسکو کھریا سے پوتنا اور ٹوٹی ہوئی بوتل کے پیندے سے اسے گھوٹنا بدرجہا
مفید ہے، کہ اس مین ہاتھ اور آنکھ کی تربیت، ان کی عمر کے لحاظ سے زیادہ موزونیت کے ساتھ مرعی ہے،

دیگر ممالک مین مساحت ذہنی کی اشاعت،

آسٹریا،

وزارت تعلیم کی جانب سے ہائی اسکولون اور یونیورسٹیون مین داخلہ کے وقت، طلبا کی مساحت
ذہنی کا انتظام ہے، اور وزارت رفاہ عام وائنا جو جنوری ۱۹۱۸ء سے قائم ہوئی ہے، حرفی مساحت ذہنی

لے مین نے اکثر دیکھا ہے کہ میرا بچہ اپنی بہن سے جس کا سن ابھی دو سال ہے آنکھین بند کرنے کو کہتا ہے، تاکہ صاحبزادی
صاحب کے ہاتھ مین جو کھلونا ہے اُسے "کوا" اُکڑے جائے، لیکن بچی بمشکل تمام کوئی دو سکنڈ آنکھین بند رکھنے
کے بعد کھول دیتی ہے، اسلیے کہ اس سے زیادہ اسکی قوت ارادی کام نہین کر سکتی، لیکن چونکہ "کوے" کے
آنے اور کھلونے کو اڑا کے جانے مین یقینًا دو سکنڈ سے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے، صاحب زادہ
صاحب اس کی اس حرکت پر بہت جز بز ہوتے ہین اور کبھی اس غریب کو اس قصور کی پاداش مین سزا جسمانی بھی برداشت کرنی پڑتی ہے
ہمارے بعض ناقابل مدرسین بھی، بالکل اسی قبیل کے موقعون پر باوجود سزا جسمانی کے ممنوع ہونے اور بیچارے بچے کے معذور ہونے
کے زدوکوب کے مرتکب ہوتے ہین، لکھنے کے کام کو مسلسل گھنٹون تک جاری رکھنا، اور اس پر جسمانی سزا دینا صریح ظلم ہے، ...

کی ذمہ دار ہے علاوہ برین حرفی مساحت ذہنی کا کام متعدد نفسیاتی دارالاختبارات مین انجام پذیر ہوتا ہے،

بلجیم

ابتدائی اور ثانوی مدارس مین مساحت ذہنی زیر تجربہ ہے، برسلز مین ڈاکٹر ڈیمور ضعیف العقل طلبا کی آزمایش کے لیے مساحت ذہنی کا استعمال کر رہے ہین،

حرفی مساحت ذہنی کے فرائض ایک مستقل محکمہ کے تحت مین انجام پا رہے ہین، جو ایک وسیع کتب خانہ، ایک دارالاختبار اور تین مختلف شعبون یعنی طبی، نفسیانی، صنعتی، پر مشتمل ہے، ہر شعبہ ایک ڈاکٹر کی نگرانی مین ہے، صنعتی شعبہ کا ڈائرکٹر محکمہ کا جنرل ڈائرکٹر بھی ہے،

چین

شانگھائی مین ایک قومی انجمن تعلیم اور صنعت وحرفت کے درمیان باہمی تعلقات ہموار رکھنے کے لیے قائم ہے، حرفی مساحت ذہنی کا استعمال کیا جاتا ہے،

ڈنمارک

میونسپلٹیون کی جانب سے حرفی مساحت ذہنی کے دارالاختبارات قائم ہین، بعض کارخانہ دارون کی انجمنین اپنی دارالاختبارات علحدہ قائم کر رہی ہین،

فن لینڈ

ریلوے کے ملازمین کے انتخاب کے لیے ایک نفسیاتی دارالاختبار ہے،

فرانس

علاوہ انفرادی واجتماعی مساحت ذہنی کے حرفی مساحت ذہنی کا کام متعدد انجمنون اور کارخانون کے ہاتھ مین ہے،

جرمنی

مدارس مین انفرادی واجتماعی مساحت ذہنی کے علاوہ درسی مساحت ذہنی کا استعمال ہے، حرفی مساحت ذہنی کے لیے کثیر التعداد جماعتین اور دارالاختبارات ہین،

ہالینڈ

انفرادی واجتماعی ودرسی نظامات زیر استعمال ہین، حرفی مشورہ کا کام ایک میونسپل کمیٹی کے متعلق ہے علاوہ ازین سنہ ۱۹۲۱ سے ایمسٹرڈم مین ایک نفسیاتی دارالاختبار قائم ہے جو پیشون کے متعلق مشورہ دیتا ہے،

اٹلی

عملی نفسیات کے دارالاختبارات مین، مساحت ذہنی سے کام لیا جاتا ہے، حرفی مساحت ذہنی کا نظام بعض دارالاختیارات مین زیر تحقیق ہے،

جاپان

انقصادی نفسیات کا سررشتہ سنہ ۱۹۲۱ سے ٹوکیو مین، عام نفسیاتی تحقیقات اور حرفی مساحت ذہنی کے مسائل حل کرنے مین مشغول ہے، عملی نفسیات کا شعبہ جو یونیورسٹی ٹوکیو سے متعلق ہے، حرفی مساحت کا نظام مدون کر رہا ہے،

لکسم برگ

یہان، ایک نفسی وعضویاتی دارالاختبار قائم ہے، جس کے متعلق ایک صنعی دارالعلوم ہے، داخلہ کے وقت امیدوارون کی مساحت ذہنی کی جاتی ہے، آزمایشون کے نتائج برائے استقرار جمع کئے جا رہے ہین،

ناروے

کرسچیانا مین ایک انجمن قائم ہے جو اس ملک کے مخصوص حالات کے لحاظ سے حرفی مساحت

ذہنی کا ایک ایسا نظام تیار کرنے مین مشغول ہے جو حرفی مشورہ اور نیز بری اور بحری افواج کے ممبرون کے انتخاب مین کارآمد ثابت ہو سکے' اس انجمن کی مالی امداد سرکاری یونیورسٹی اور پرائیوٹ ذرائع سے ہوتی ہے، فوج کے کام کا معاوضہ "وزارتِ دفاع" کی جانب سے دیا جاتا ہے،

ہسپانیہ

عام مساحت ذہنی کا استعمال مدارس مین شاذ ہے لیکن میڈرڈ مین ایک انجمن ہے جو اس کام کو کر رہی ہے، حرفی مساحت ذہنی کے لیے ایک مستقل انجمن ہے جو چار محکمون پر مشتمل ہے،

(۱) محکمۂ مساحت طبی و عمرانی، جو معمول کی طبی آزمایش کرتا ہے اور اس کے خاندان کی طبی تاریخ طرزِ معاشرت سے متعلق، معلومات بہم پہنچاتا ہے،

(۲) محکمۂ مساحت ذہنی جو معمول کی ذہانت کی آزمایش کرتا ہے، معمول کو ایک پرچہ دیا جاتا ہے جس مین اس کے مذاق طبعی، خواہشات، جذبات، عمرانی ماحول وغیرہم سے متعلق، سوالات چھپے ہوتے ہین، معمول ان سوالات کے جوابات لکھکر، پرچہ واپس کرتیا ہے،

(۳) محکمۂ اعداد و شمار، (۴) محکمۂ اطلاع،

سوڈان

گوتھن برگ مین ایک نفسیاتی دارالاختیار ہے جو حرفی مساحت ذہنی کا مواد جمع کر رہا ہے، اسکی آمدنی پرائوٹ ذرائع سے ہے، لیکن وقتاً فوقتاً صیغۂ تعلیمات کی جانب سے طباعت وغیرہ کے کامون کے لیے امداد ملتی رہتی ہے،

سوئٹزرلینڈ

مساحت ذہنی چند ابتدائی مدارس مین زیر استعمال ہے، تھوڑا عرصہ ہوا جب یونیورسٹی زیورچ تجربات کرنے مین مشغول تھی، حرفی مساحت کا کام متعدد انجمنون کے ہاتھ مین ہے،

امریکہ،

مساحت ذہنی کی ابتدا اگو فرانس مین ہوئی تو اسکی انتہا، بلا مبالغہ امریکہ مین ہوئی، اس ملک مین مساحت ذہنی کے جملہ نظامات یعنی انفرادی، اجتماعی، عملی حرفی، مزاجی، درسی، رائج و شائع ہین اور ان مین نئے تجربات اور اصلاحات ہو رہے ہین، جنگ کے زمانہ مین ماہر نفسیات کو جس وسیع پیمانے پر تجربات کرنے کا موقع ملا تھا، اس کا ذکر اوپر آچکا ہے، مساحت ذہنی کے اصول پر، اکثر مدارس مین، غبی طلبا کی علحدہ، اور ذہین طلبا کی علیحدہ دفعات قائم ہین، اور ان کے حسب حال ان کی جداگانہ تعلیم کا انتظام ہے، علی ہذا، عام دفعہ بندی مین بھی مساحت ذہنی سے کام لیا جاتا ہے، تعلیمی تحقیقات کی متعدد انجمنین ہین جو ذہنی آزمایشون کی آزمایش اور فراہمیِ مواد مین سرگرم کار ہین،

حرفی مشورہ کے دو صیغے اپنی شانداری کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہین، یعنی ہارورڈ یونیورسٹی کا صیغۂ مساحت حرفی اور انجمن ہدایت حرفی،

امریکہ کی بعض میونسپلٹیان، حرفی مساحت ذہنی کے کام مین دلچسپی لیتی ہین اور انھون نے بڑے بڑے ابتدائی مدارس اور ضلع ہائی اسکولون مین حرفی مشیر مقرر کئے ہین جو طلبا کو ان کے افتاد طبع کے مطابق، پیشہ اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہین

انگلستان

انگلستان کے بورڈ آف ایجوکیشن کی جانب سے جون ۱۹۲۴ء مین ایک مفصل رپورٹ مساحت ذہنی پر شائع ہوئی ہے، جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک مین مساحت ذہنی کے ہر شعبہ پر کافی اعتنا کیا جا رہا ہے، انگلستان مین عرصہ سے عملی نفسیات کے متعدد دارالاختبارات قائم ہین جنمین ہمیشہ مساحت ذہنی کا کام ہوتا رہا ہے،

ہندوستان

ہندوستان مین مساحت ذہنی کے نام تقریباً صفر ہے، سب سے مقدم کام ملکی نظام مساحت کی تدوین ہے، جسمین ملکی مشترک خصوصیات کا لحاظ رکھ کر، ایک ایسا پیمانہ وضع کرنا ہے جو ہر صوبہ مین استعمال کیا جا سکے، اس قسم کا آل انڈیا پیمانہ تیار کرنے کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کرنا ہونگی،

(۱) مساحت ذہنی کے ایک آل انڈیا صیغہ کا قیام،

(۲) ہر صوبہ مین مساحت ذہنی کی ایک کمیٹی کا قیام جسکی سرگردگی مین ہر ضلع مین مساحت ذہنی کا کام شروع کیا جائے، ہر صوبہ کی کمیٹی ایک پیمانہ کا مسودہ تیار کرکے ضلع کی کمیٹیون مین بھیجے اور ضلع کی کمیٹیان کافی تجربہ کے بعد آزمایش کے نتائج کی اطلاع صوبہ کی کمیٹی کو دین اور اپنی رپورٹ مین مسودہ پیمانہ کی ترمیم و اصلاح تجویز کرین،

(۳) صوبہ کی کمیٹی مختلف اضلاع کی رپورٹون کو پیش نظر رکھ کر صوبہ کی مساحت ذہنی کا دوسرا پیمانہ تیار کرے اور مسودہ ماسبق کی طرح اس کا تجربہ بھی کیا جائے، یہانتک کہ ایک مشترک، قابل عمل، ہر صوبہ کے مناسب حال مساحت ذہنی کا پیمانہ، دریافت ہوجائے،

(۴) صوبہ کی کمیٹیان اپنے اپنے صوبون کا مجوزہ پیمانہ آل انڈیا کمیٹی کو بھیجین جسکا فرض ہوگا کہ مختلف صوبہ کے پیمانون کو پیش نظر رکھ کر ایک آل انڈیا مساحت ذہنی کے پیمانہ کا مسودہ تیار کرکے صوبون کی کمیٹیون کو بھیجے، اس مسودہ کا صوبہ کی کمیٹیان ضلعون مین تجربہ کرائینگی، اور آل انڈیا کمیٹی کو کیفیت کی رپوٹ کرینگی، اس طور پر ایک آل انڈیا پیمانہ وضع ہو سکے گا، یا اس کا وضع ہونا ناممکن العمل ثابت ہوگا،

(۵) صوبہ کی کمیٹی مین کمشنری سے دو تین ممبر مقرر کئے جائین،

(۶) آل انڈیا کمیٹی مین ہر صوبہ سے چار پانچ ممبر ہون،

(۷) ہر صوبہ کی یونیورسٹی مین عملی نفسیات کی کرسی اور دار الاختبارات قائم کئے جائین،

(۸) میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کو گورنمنٹ اس کام کے لیے علحدہ امداد دے،

اس تمام نفسیاتی تحقیقات مین ایک دوسرا ضمنی فائدہ بھی متصور ہے وہ یہ کہ اس ذریعہ سے ملک کی نفسی خصوصیات، سائنٹفک طور پر منکشف ہوجائنگی اور ان کے لحاظ سے مروجہ طریق تعلیم مین جو زیادہ تر غیر ممالک کے مروجہ طریقون کا چربہ ہے، مناسب ترمیم و اصلاح کیجا سکیگی،

مکمل مساحت ذہنی کی تدوین،

عنوان بالا، راقم سطور کا موجودہ موضوع فکر ہے، اپنے محترم دوست مولانا عبد الماجد صاحب مصنف فلسفۂ جذبات کے مشورہ کے بعد ایک ایسے پیمانہ کی تدوین زیر غور ہے جو شعور انسانی کے جملہ کیفیات کو محیط ہو، اس مساحت کا نتیجہ معمول کی نفسی حالت کا مکمل آئینہ ہوگا،

اس نظام آزمایش مین، قوائے نفسی کے لیے جداگانہ دس دس آزمایشین ہین، جنمین سے ہر ایک کے تحت مین بیس بیس سوالات ہونگے، قائم کیجائنگی اور آزمایش کا نتیجہ گراف یا نقشہ مین دکھایا جا سکے گا، اس گراف کا ایک ناممکل نمونہ، تفہیم مقصود کے لیے صفحہ ۲۲۰ پر کھینچا جاتا ہے ملاحظہ ہو،

ان گرافون مین، نقاط کے ملا دینے سے اقلیدس کی مختلف شکلین بنین گی اور ان کے اعتبار سے معمول کے نفوس نامزد کئے جا سکتے ہین بعض حالتون مین ایسا ہوگا کہ نقاط کے ملا دینے سے ایک مستقیم خط بنجائیگا، جو قاعدہ کے ساتھ متوازی بھی ہوگا، اس شکل کے معمول کو "متوازی القویٰ" کہینگے، اس کے خلاف کو "غیر متوازی القویٰ"

غیر متوازی القویٰ کے (اشکال کے اعتبار سے) حسب ذیل اقسام ہونگے:-

(۱) مثلث،

(۲) ذوا اربعۃ الاضلاع،

(۳) کثیر الاضلاع، جیسا کہ صفحہ ۲۲۰ کی شکل ہے،

(۴) ہو در۔ ممکن ہے کہ ان اشکال کو معمول کے عقول کے اوصاف معروفہ کے ساتھ کچھ لگاؤ بھی ہوتی
مثلاً ممکن ہے کہ تجربہ سے اگول شکل کا معمول ثرول عقل کا بھی ثابت ہو،

نقشہ مشاقِ ذہنی

نام مع عمر	حامد۔ ۳۰ سال
وزن	ایک من بیس سیر
رفتار تنفس	۴۰ بار فی منٹ
حرکت نبض	۷۰ بار فی منٹ
جسمانی خصوصیات	دست و چپ سے زیادہ کام لیتا ہے، ضعف بصر کی خفیف شکایت ہے،
خاندانی حالات	طبقہ متوسط کا فرد ہے، آغاز عمر میں والدین کا لاڈ پیار، پیشہ زمینداری، خاندان کے بعض افراد شعر و سخن میں ممتاز، معمول، متاہل ہے،

آزمائشات

قوت ادراک بذریعہ حواس خمسہ — جذبات — ارادہ

پروفیسر براؤن

از

مولوی سید محمد طاہر صاحب رضوی بی اے کلکتہ

۱۹۲۶ء کے آغاز ہی مین ایک ایسا ایران دوست دنیا سے اُٹھ گیا جس کا ثانی کوئی دوسرا نظر نہین آتا، یعنی تقریباً چونسٹھ سال کی قابل قدر زندگی کے بعد ۵ جنوری ۱۹۲۶ء کو پروفیسر براؤن نے اس دار فانی کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا، ابتدائے عمر سے اخیر دم تک اس لائق ہستی نے مشرقی علوم و ادب کی کوئی خدمت اٹھا نہ رکھی، تمدن اسلام اور اہل ایران سے جو دلچسپی پروفیسر موصوف کو تھی اس کا اندازہ ذیل کی چند سطور سے بخوبی ہو سکتا ہے،

ایڈورڈ گرنوائل براؤن کی پیدائش، ۷ فروری ۱۸۶۲ء کو انگلستان کے ایک قصبہ یولی میں ہوئی، ان کے والد سر بنجامن براؤن نے انھین ابتدائی تعلیم اُن کی ایک درسگاہ مین دلوائی جس کے بعد وہ کیمبرج کے پمبروک کالج مین داخل ہوئے، جہان سے انھون نے ۱۸۸۲ء مین علم طب اور ۱۸۸۴ء مین علوم مشرقیہ مین اعزاز کے ساتھ گریجوئٹ کی ڈگریان حاصل کین، ۱۸۸۴ء مین ان کے والدین نے ان کے اشتیاق کو دیکھکر تعطیل کے دو ماہ قسطنطنیہ مین گذارنے کی اجازت دی اور جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو ۱۸۸۷ء مین انھون نے ایران کا سفر کیا جہان دس مہینے ایرانیون کی اندرونی حالت کا بچشم خود مشاہدہ کیا،

ان کے والدین کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ ڈاکٹری (طب) مین مہارت حاصل کرین اور ان کے مہربان استاد ڈاکٹر رائٹ نے بھی پرزور اصرار کیا تھا کہ اگر دنیا مین آرام سے بسر کرنا ہے تو علوم مشرقی کے خیال سے درگذرو، لیکن فطری شوق کم نہ ہو سکا اور گو ڈاکٹری سند حاصل کی لیکن اسکو اپنا پیشہ نہین بنایا عربی، فارسی اور ترکی زبانون ہی کی بدولت نام و نمود اور شہرت حاصل کی،

اپنی مشہور کتاب "ایرانیون کے ساتھ ایک سال" کے دیباچہ مین وہ اپنے اوائل عمر کا ایک واقعہ خود

لکھتے ہین، کہ سنہ ۱۸۷۷ء مین جب اون کی عمر محض چودہ پندرہ سال کی تھی، جنگ روم وروس شروع ہوئی، انکا بیان ہے کہ ترکون کی بہادری اور جان توڑ کوششون کا حال پڑھکر مجھے ان سے ایک گونہ ہمدردی ہوگئی اور ترکی معاملات سے اس قدر دلچسپی بڑھی کہ اسکی حکومت کے تحفظ کو اپنی جان سے عزیز سمجھنے لگا، پلونا مین ترکی شکست کا مجھے ایسا صدمہ ہوا کہ گویا خود میرے وطن اور قوم پر تباہی آگئی، میری دلی خواہش تھی کہ کسی طرح ترکی سپاہ مین داخل ہوکر ان کے ملک کی حفاظت مین اپنی جان تک قربان کرڈالون، وغیرہ وغیرہ،

"تاریخ ادبیات ایران جلد دوم مین" ایک جگہ لکھا ہے کہ، اسلام اور عرب وعجم کے تمدن سے مجھے دلی انس ہے

پروفیسر براؤن کو اسلام اور اہل اسلام سے جو ارادت تھی وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہین، آج دنیائے اسلام عموماً اور ایران خصوصاً براؤن کا زیر بار احسان ہے، تمدن اسلام کا بیش بہا ذخیرہ جسکو ہم اپنے حافظہ سے بھی کھو چکے تھے اسی کی بدولت ایک مرتبہ پھر ہمارے سامنے آگیا، یہ براؤن ہی تھا جو مغربی نژاد تھا، مغرب کا تعلیم یافتہ تھا، مغرب مین پرورش پائی تھی، اور مغرب ہی مین اپنی تمام عمر بسر کی تھی تاہم وہ مشرق کا دلدادہ تھا، جب کبھی کوئی مشرقی معاملہ پیش آیا اس نے سررشتۂ انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور خود اپنے وطن والون کے خلاف مشرق والون کی پشت پناہی کے لیے کھڑا ہوگیا، مگر افسوس کہ آج یورپ مین براؤن کا کوئی جانشین نظر نہین آتا جو اسی کی طرح سچا اور باانصاف ہو، یورپین ہو مگر ایشیائی تہذیب کا شیدائی، انگریز ہو مگر ایران کا ہمدرد، عیسائی ہو مگر اسلام کا فداکار، معارف نے پروفیسر موصوف کی ساٹھوین سالگرہ کے موقع پر بالکل صحیح لکھا تھا، کہ "پروفیسر موصوف عام مستشرقین کی طرح صرف پیشہ کے طور پر ادب (نیلسن) نہین بلکہ حقیقت مین ان کو مشرق، مشرقیات اور اسلامی علوم سے عموماً اور ایران سے خصوصاً ایک شغف ایک عشق ہے، انھون نے نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ اپنے رتبہ کے نیچے اترکر سیاسی حیثیت سے بھی مشرق اور ایران کی گرانبہا خدمتین انجام دی ہین" (معارف ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء)

اس سالگرہ کے وقت یورپ کے مشہور مستشرقین نے مضامین لکھے اور ان کا مجموعہ ایک یادگاری صورت

مین "براؤن ہمبوریل وڈوم" کے نام سے پروفیسر موصوف کی خدمت مین پیش کیا اور جس کا نام ان کے نام کی رعایت سے (E.G.B) عجب نامہ رکھا،

اس عیسائی نما مسلمان نے اسلامی طرز و انداز، اور مسلمانون کی بود و ماند کو اپنا شعار قرار دیدیا تھا نواب سید نصیر حسین صاحب خیال کیمبرج کے ایک اردو رسالہ نوائے کیمبرج جنوری سنہ ۱۹۲۱ء مین پروفیسر براؤن سے اپنی ملاقات کے ذکر مین رقم فرماتے ہین کہ

"ایک زینہ پر چڑھے، بائین ہاتھ قدیم ہندوانی وضع کا دروازہ ملا اور اس پر نہایت چوب خوش خط نستعلیق مین نصر من اللہ فتح قریب، لکھا پایا، حیرت ہوئی "دق الباب کیا" آواز آئی come in (اندر آئیے) (جواب) منم مسافر مشتاق شما،

"بسم اللہ تشریف برآرید - اطاق فقیر است بسم اللہ"

اندر گئے تو معمولی کمرا، چار طرف میزین پڑی، اور ان پر بے ترتیب کتابون اور مسودات کا انبار، ایک طرف آتشدان روشن، اس کے قریب ایک سوفا اور دو تین آرام کرسیان، بس باقی ہوس........ کمرے کا مالک مسکراتا ہوا آگے بڑھا، پذیرائی کی، . . . ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا" بفرمائید نزدیک بخاری" (آگ کے پاس بیٹھو) دیکھا تو ہمارے رضا توفیق اور فہمی بے بھی کھڑے ہین، سلام علیک و علیک السلام، ہم سب بیٹھے" یا اللہ" کرسیان آگ کے قریب کھچ آئین، اور صحبت گرم ہوگئی...... ایران کا ذکر، وہان کے سفر کا حال، فارسی ادبا کی نقلین، حکایات، اس ملک کے گذشتہ کارنامون کا فخریہ تذکرہ اور اسکی موجودہ حالت پر افسوس شروع ہوگیا،

"دوبارہ ہم خیال مسافرت ایران دارید؟" "خیر حالا پیر شدم (افسردہ ہوکر) ع جوانی کجائی کہ یادت بخیر آقا پائے گدا ہم لنگ شدہ است"...... باتون مین دیر ہوگئی معافی مانگی، رخصت طلب ہوئے، آقا براؤن نے ایرانی تہذیب کے موافق دعا دیکر اور پھر ملنے کا وعدہ لیکر اور ذرا خم ہوکر تا دم دروازہ پہنچایا، اور سب کو رخصت کیا،

"خداحافظ، خداحافظ شما! فی امان اللہ"

ذیل مین پروفیسر براؤن کی تصانیف کی ایک معمولی فہرست پیش کیجاتی ہے جس سے ان کی قابلیت اور علمی لیاقت کا حال ظاہر ہو سکتا ہے:-

(۱) بابیان ایران، ۱۸۸۹ء، پروفیسر براؤن نے ۱۸۸۸ء مین اپنی سیاحت ایران مین جو جو نئی باتین دریافت کین ان کا اس رسالہ مین مفصل ذکر کیا ہے، چونکہ مرزا علی محمد باب کے جدید مذہب نے اس زمانہ مین بہت زور پکڑ لیا تھا، چنانچہ اب تک وہی حال ہے اور تقریباً ایرانیون کا ایک بڑا گروہ اس مذہب کا معتقد ہے، پروفیسر موصوف نے اس کا حال خاص کر درج تحریر کیا ہے، رسالہ مذکور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین چھپا تھا،

(۲) ایک سیاح کی سرگذشت (۱۸۹۱ء)، بیان حالات باب مین یہ ایک کتاب کی صورت مین فارسی مع انگریزی ترجمہ کے چھاپی گئی، بابی مذہب پر مفصل بحث کیگئی ہے،

(۳) بابیون کے قلمی نسخون کا بیان (۱۸۹۲ء) مذہب باب کے متعلق، ۲۷ قلمی کتابون کی فہرست اور ہر کتاب کا مفصل ذکر ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین چھاپا گیا،

(۴) ایرانیون کے ساتھ ایک سال (۱۸۹۳ء) جس کا ذکر قبل مین آچکا ہے، سفر ایران کے مفصل واقعات درج مین، پروفیسر براؤن نے سخت تکلیفین اٹھا کر ایران کے ہر طبقہ کے لوگون کی سوسائٹی مین رہکر ان کے اندرونی حالات معلوم کئے ہین جس سے ایران کے خواص و عوام کی زندگی، طرز، اطوار اور خیالات کا بخوبی پتہ چلتا ہے،

(۵) تاریخ جدید (۱۸۹۳ء) میرزا علی محمد باب کے متعلق نئی تاریخ اور اسکی زندگی کا حال اصل فارسی سے انگریزی مین ترجمہ کیا ہے،

(۶) ایک قدیم تفسیر قرآن، (۱۸۹۴ء) جس کا مفصل ذکر ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین چھپا،

(۷) ایران کی مختلف زبانون کی شاعری (۱۸۹۵ء) اس پر تنقیدی نظر کے ساتھ مفصل بحث،

ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین چھپی،

نمبر۸، فارسی قلمی نسخے (۱۸۹۶ء) کیمبرج یونیورسٹی لائبریری کی کل قلمی کتابون کی مکمل فہرست اور ہر [ایک] پر مفصل بحث کتاب کی صورت مین شائع ہوئی،

نمبر۹، گبری زبان کا نمونہ (۱۸۹۷ء) ایران کی گبری زبان کے متعلق مفصل ذکر ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین چھاپا گیا،

نمبر۱۰، غدر زنجان کا چشم دید واقعہ (۱۸۹۷ء) ۱۸۵۰ء مین باب کے معتقدین نے جو بمقام زنجان ایک ہنگامہ مچایا تھا، اس کا چشم دید حال اصل کتاب فارسی سے انگریزی مین پروفیسر براؤن نے ترجمہ کر کے شائع کیا،

نمبر۱۱، فرقۂ حروفی کے مذہب اور کتابون پر نظر (۱۸۹۸ء و ۱۹۱۳ء) ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل مین اس مذہب کا مفصل ذکر کیا گیا اور حروفیوں کی مذہبی کتابون پر بحث کیگئی ہے، پھر ۱۹۱۳ء مین دوبارہ نہایت اضافہ کے ساتھ ایک طویل مضمون چھپا تھا،

نمبر۱۲، چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی، (۱۸۹۹ء) پروفیسر براؤن نے اس کا انگریزی ترجمہ سوسائٹی کے جرنل مین چھپوایا، اب علیحدہ کتاب کی صورت مین بھی شائع ہو گیا،

نمبر۱۳، نہایت الارب فی اخبار الفرس والعرب (۱۹۰۰ء) اس پر مفصل بحث سوسائٹی کے جرنل مین چھپی،

نمبر۱۴، اسلامی قلمی نسخون کی دستی فہرست، (۱۹۰۰ء و ۱۹۲۲ء) کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری کی کل قلمی کتابون کی فہرست جو اسلام اور تمدن اسلام سے تعلق رکھتی ہین، ایک کتاب کی صورت مین شائع ہوئی، پھر اسی کا سلسلہ دوسری جلد مین ۱۹۲۲ء مین چھاپا گیا،

نمبر۱۵، تذکرۃ الشعراء (۱۹۰۱ء) دولت شاہ سمرقندی کے فارسی تذکرۂ شعراء کو پروفیسر موصوف نے بعد تہذیب و تحشیہ شائع کیا،

نمبر ۱۶، تاریخ ادب ایران جلد اول (۱۹۰۲ء) اوائل سے زمانہ فردوسی تک فارسی نظم و نثر پر معتبر ذرائع سے مفصل بحث کیگئی ہے، فارسی ادب پر اس سے بڑھکر کوئی دوسری کتاب اس وقت موجود نظر نہین آتی، اکابر شعرا اور مصنفین اور ان کے تصنیفات کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے،

نمبر ۱۷، لباب الالباب، (۱۹۰۳ء) تذکرہ عوفی جو شعرائے فارس کا سب سے پرانا اور معتبر تذکرہ مانا جاتا ہے، پروفیسر براؤن اور میرزا محمد قزوینی نے تالیف کیا،

نمبر ۱۸، تاریخ طبرستان مصنفہ محمد ابن اسفندیار (۱۹۰۵ء) جس کا خلاصہ کرکے انگریزی ترجمہ پروفیسر موصوف نے شائع کیا،

نمبر ۱۹، تاریخ ادب ایران جلد دوم (۱۹۰۶ء) بعد زمانہ فردوسی سے زمانہ شیخ سعدی تک فارسی ادب کی مفصل تاریخ ہے، اس سلسلۂ تاریخ ادب ایران سے پروفیسر براؤن کی ادبی خدمات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے،

نمبر ۲۰، فارس کے واقعات حال کا مختصر افسانہ (۱۹۰۹ء) ملک ایران کی اس زمانہ کی خلاصہ تاریخ ہے، حکومت ایران کی حالت عوام کی نظرون کے سامنے پیش کی ہے، بیرونی مداخلت پر منصفانہ تنقید ہے،

نمبر ۲۱، انقلاب ایران ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۹ء (۱۹۱۰ء) حکومت روس کی بیجا مداخلت کے نتائج، ایران کی بیکسی، برٹش گورنمنٹ کی پولیٹیکل چالین اور ایرانیون کی سادہ لوحی سے ان بیرونی اقوام کی دست درازی، حکومت ایران کی کمزوری، رعایا پر ناجائز دباؤ وغیرہ وغیرہ، ان پر ایک مفصل کتاب ہی جس سے پروفیسر موصوف کی ہمدردی اور انصاف پسندی کا پورا پتہ چلتا ہے،

نمبر ۲۲، تاریخ گزیدہ، مصنفہ حمد اللہ مستوفی قزوینی، (۱۹۱۰ء) جسے پروفیسر براؤن و پروفیسر نکلسن نے بعد تہذیب و تحشیہ شایع کیا،

نمبر ۲۳، کتاب نقطۃ الکاف (۱۹۱۰ء) حاجی مرزا جانی کاشانی کی لکھی ہوئی سب سے پرانی بابیون کی

تاریخ جسے پروفیسر براؤن نے ایک قلمی نسخہ سے تالیف کیا،

نمبر ۲۴، سانحۂ فارس، (۱۹۱۲ء) ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء مین فارس مین جو ایک سانحہ عظیم حکومت کی کمزوری سے ظہور مین آیا، اس کے اسباب اور نتائج وغیرہ پر بحث کرکے محض چند یوم کے عرصہ مین یکم جنوری ۱۹۱۲ء کو شائع کرکے پبلک کے سامنے پیش کیا اور جس سے خاص مطلب برٹش گورنمنٹ کی امداد اور ہمدردی تھی،

نمبر ۲۵، تبریز کی خونی حکومت اور انگریزون کی جوابدہی (۱۹۱۲ء) واقعہ گذشتہ پر ایک مفصل کتاب تھی اور جس مین یہ دکھلایا ہے کہ حکومت برطانیہ کا کیا فرض ہے، ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء مین شائع ہوئی ایران اور اہل ایران سے پروفیسر براؤن کی دلچسپی کا اس سے پورا پتہ معلوم ہوتا ہے،

نمبر ۲۶، اخبار و نظم ایران موجودہ (۱۹۱۴ء) حال کے شعرائے فارس کا تذکرہ اور ان کی نظم کا انتخاب ایرانی اخبارات اور رسائل کا ذکر، دو جلدون مین،

نمبر ۲۷، مواد متعلقہ مذہب باب (۱۹۱۸ء) بابیون کے احوال کہان کہان سے دستیاب ہوئے یا ہو سکتے ہین ان پر مفصل بحث ہے،

نمبر ۲۸، تاریخ ادب ایران جلد سوم (۱۹۲۰ء) زمانہ سعدی سے زمانہ مُلّا عبد الرحمٰن جامی تک شعرا کی نظم کا انتخاب معہ ترجمۂ انگریزی درج کتاب ہے،

نمبر ۲۹، طب عرب (۱۹۲۱ء) عربی زبان کی ان کتابون کا خلاصہ جنمین دواؤن کا بیان ہے اس موضوع پر دیگر زبانون کی کتابون کے حوالون سے بحث بھی کیگئی ہے،

نمبر ۳۰، ادب ایران جلد چہارم (۱۹۲۵ء) زمانہ جامی کے بعد سے زمانہ حال تک، اس کتاب سے پروفیسر براؤن کی انتہائی دلچسپی کا پتہ جو انھین فارسی ادب سے تھی ملتا ہے، پروفیسر موصوف کی یہ آخری تصنیف ہے،

متفرقات | ترکی شاعری کی تاریخ جسے ایڈورڈ گب ناکمل چھوڑ کر مرے تھے، پروفیسر براؤن نے

اس کو مدون و مکمل کیا، چھ جلدون پر منقسم ہے، نہایت مشروح اور مفصل کتاب ہے، ایڈورڈ گب کی مان نے

شوقین بیٹے کی یادگار مین ایک وقف قائم کر کے فارسی عربی اور ترکی زبانون کی کتابون کا

کیا، چنانچہ پروفیسر براؤن نے گب میموریل کی کتابین بھی اپنی جانفشانیون سے ترتیب دین،

اور بہت سے مضامین و رسالے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے میگزین مین برابر نکلتے رہے، جنکا ذکر

از طوالت نہین،

اس مختصر فہرست سے براؤن کی ادبی و علمی خدمات کا بخوبی پتہ چلتا ہے، اسلام اور ایران کے

اس ہمدرد نے ضعف مزاجی کسی حالت مین ترک نہ کی، جسکا حال پروفیسر موصوف کی کتابون کے

سے ہمین پوری طرح معلوم ہوتا ہے، آج براؤن ہم سے دور اور بہت دور کسی دوسری دنیا کی سیر

مین، مگر ان کے کارنامے مثل روز روشن ہویدا ہین، ہمارے دل براؤن کے نام پر بے اختیار تحسین

براؤن کا نام صفحۂ ہستی پر اس وقت تک کے لیے ثبت ہے، جبتک جمشید اور نوشیروان، رستم و اسفندیار

فردوسی و سعدی، حافظ و جامی کا نام باقی ہے، ؎

سعدیا مرد نکو نام نمیرد ہرگز،

مردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند،

اُسوۂ صحابہ جلد دوم،

از مولانا عبد السلام صاحب ندوی

جس مین صحابہ کے سیاسی انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل ہو، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض

قیمت للعہ، ضخامت ۵۰۰،

”منیجر“

تلخیص و تبصرہ

سانس کے انفعالات

تمام افعال انسانی دماغ کے اشارہ سے ظہور پذیر ہوتے ہین، دماغ کے مختلف حصے ہین مگر

افعال کا تعلق صرف دو سے ہے، مخ (مغز) اور مخ مستطیل، مخ مرکز دماغ ہے اور مستطیل اس کا ایک حصہ ہے

اسی طرح افعال کی بھی دو قسمین ہین ایک ارادی یا اختیاری، دوسری قسری یا اضطراری، ارادی افعال مخ کے تابع

ہین اور قسری اعمال مخ مستطیل کے، افعال قسری اگرچہ اپنی مستقل ہستی رکھتے ہین مگر بے شعور ہین، نہ ارادہ سے

ہوتے اور ہو سکتے ہین اور نہ روکنے سے رک سکتے ہین، مثلاً کھانسی، چھینک اور ہنسی انگڑائی، ہچکی اور جمہائی یہ

سب چیزین مخ مستطیل کے تابع ہین منجملہ دیگر فرائض کے مخ مستطیل کا سب سے اہم فرض عضلات تنفس کی نگرانی

ہے، تاکہ سانس کی آمد و شد مین ترتیب و توازن قائم رہے، علمائے تشریح کا فیصلہ ہے کہ اگر مخ مستطیل مین

خفیف سا بھی زخم پیدا ہو جائے تو تمام نظام تنفس درہم برہم ہو جائے اور جاندار فوراً ہلاک ہو جائے اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ مخ مستطیل تنفس کا اہم مرکز ہے،

تنفس محض سانس کی آمد و رفت کا نام نہین ہے، بلکہ ہنسی، کھانسی، چھینک، انگڑائی، ہچکی، جمہائی،

سب پر محیط ہے اگرچہ بظاہر حرکات تنفس سے ان کو کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم

ہو جاتا ہے کہ یہ سب تنفس ہی کے مظاہر ہین کیونکہ جن اعضا کے عمل سے سانس کی آمد و شد ہوتی ہے، بعینہ

انہین اعضا اور اسی عمل سے یہ چیزین بھی پیدا ہوتی ہین، ان افعال قسری کی تنفس کے اعتبار سے دو قسمین ہین

ایک جنہین سانس اندر جاتی ہے، دوسری جنہین سانس باہر آتی ہین، چنانچہ کھانسی چھینک اور ہنسی اندر

جانیوالی سانس کے انفعالات سے تعلق رکھتے ہین اور باقی تین باہر آنیوالی سانس کے انفعالات سے،

کھانسی ایک تنفسی حرکت ہے، جسمین پہلے سانس اندر جاتی ہے اور بالکل اسی سے متصل باہر اور یہی حرکت وہ آواز پیدا کرتی ہے جسکو کھانسی کہتے ہین، کھانسی پیدا اس طریقہ سے ہوتی ہے کہ جب پھیپھڑے غیر معمولی طور سے بھر جاتے ہین اور ہوا تدریجاً اپنی نلکی سے نکلنے نہین پاتی کیونکہ پھیپھڑون کے امتلاء کے سبب سے آواز کے عصبی ریشے سمٹ جاتے ہین اور ہوا کا نکلنا طبعی ہے، اسلیئے شکم کے عضلات آنتون کو اوپر کی طرف زور سے پھینکتے ہین اور اس سے ہوا کی روک ہٹ جاتی ہے اور پھیپھڑون کی ہوا کے لیے راستہ کھل جاتا ہے اور آواز کے سمٹے ہوئے عصبی ریشے پھیل جاتے ہین، اس سے ہوا کو نکلنے مین آسانی ہو جاتی ہے کیونکہ یہی روک تھی اور یہی عضلات کی قوت ہوا کی نالی سے بلغمی مواد کو نہایت تیزی سے نکال پھینکتی ہے"

چھینک کھانسی مین صرف اس قدر فرق ہے کہ کھانسی مین ہوا کا زیادہ حصہ منھ سے نکلتا ہے اور چھینک مین نتھنون سے، اس کا سبب یہ ہے کہ چھینک مین تالو کے عصبات سمٹ جاتے ہین جس سے نرخرہ مین حجاب پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تالو سے نیچے ہے اور ہوا کے دو ہی راستہ ہین، ایک حلق کی نلکی دوسرے ناک حلق کی نلکی سے حجاب نکلنے نہین دیتا، صرف نتھنے باقی رہجاتے ہین، اسلیئے اس طرف سے نکلتی ہے اور بلغمی مادہ بھی اسی طرف سے خارج کرتی ہے مگر چونکہ تالو کے عصبات بالکل نہین سمٹ جاتے اسلئے نرخرہ مین شدید قسم کی رکاوٹ بھی نہین ہوتی، اسلیئے ہوا کا زیادہ حصہ ناک سے خارج ہوتا ہے اور تھوڑا منھ سے اس صورت سے چھینک اور کھانسی مین بہت مشابہت پیدا ہو جاتی ہے،

ہنسی، سانس کے برآمد کرنے مین کوشش کرنے کا نام ہے، اور سانس کے برآمد کرنے والے عضلات کی تشنجی حرکت سے پیدا ہوتی ہے جس سے تھوڑی ہوا نکلکر پھیپھڑون کو بالکل خالی کر دیتی ہے، یا کچھ باقی رہتی ہے، ہوا ہنسی کی مناسبت سے نکلتی ہے جس درجہ کی ہنسی ہوگی، اسی

مقدار مین ہوا بھی نکلیگی، ہوا کے نکلنے کا فوری اثر ہنسنے والے پر پڑتا ہے، جس قدر ہنسیگا اسی قدر ہوا نکلیگی اسی اعتبار سے طبیعت مین تکدر پیدا ہوگا، کیونکہ ہوا ہی سے پھیپھڑے ترو تازہ رہتے ہین، اس کا اندازہ ہر شخص کو ہوگا کہ زیادہ ہنسنے سے افسردگی پیدا ہو جاتی ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ ہوا کا زیادہ حصہ پھیپھڑون سے خارج ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی دیکھنے مین آیا ہے کہ آدمی ہنستے ہنستے مر بھی جاتا ہے، کیونکہ ایسی صورت مین پھیپھڑے بالکل خالی ہو جاتے، اور بقائے حیات کیلیئے ان مین ہوا کا ہونا ضروری ہے،

مذکورۂ بالا حالتیں اندرونی سانس کے انفعالات تھے، ان مین مشترک چیز سانس کی آمد ہے، انکے مقابل انگڑائی، ہچکی اور جمھائی، بیرونی سانس کے انفعالات ہین ان مین سانس کی درآمد ہوتی ہے،

انگڑائی، تیز اور غیر منتظم تنفس کا نام ہے، لیکن اس مین ہوا کی رکاوٹ کی وجہ سے آواز کا ہونا ضروری ہے اور اس مین باقی عضلات اپنے اپنے فرائض اپنے اصول کے مطابق پورے کرتے ہین،

ہچکی، اور انگڑائی مین صرف اس قدر فرق ہے کہ ہچکی مین سانس کی درآمد ناگہانی ہوتی ہے اس کے ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہوا کے حجاب مین ایک قسم کا تشنجی انقباض پیدا ہو جاتا ہے اور ہوا جب نرخرہ سے گذرنا چاہتی ہے تو وہ پھیپھڑے تک پہنچانے کے لیے فوراً تیار نہین ہوتا ہوا کی اس کشمکش سے آواز کے عصبی ریشون مین ایک خاص اہتزاز پیدا ہوتا ہے جس سے ہچکی کی آواز پیدا ہو جاتی ہے،

جمھائی، گہرے قسم کی سانس کی درآمد ہے جس کے ساتھ ہی نیچے کے تمام عضلات مین تشنجی انقباض پیدا ہو جاتا ہے، اس مین تمام وہ علامتین پائی جاتی ہین جو سانس کے درآمد کرنے مین پیدا ہوتی ہے، مثلاً سینہ کا پھولنا، شانون کا اوپر چڑھنا اور پیٹ کا دبنا وغیرہ،

(الہلال)

سیام کے بعض دلچسپ حالات

سیام برما سے مشرق مین واقع ہے یا یون کہا جائے کہ فرانس کے مقبوضات ہند سے جانب مغرب ہے

اور یہی وجہ ہے کہ گرچہ سیام مین مستقل ملکی حکومت قائم ہے لیکن شرق یعنی برما مین انگریزون اور مغرب مین
فرانسیسیون کے ہونے سے وہ ہمیشہ سخت مشکلات مین مبتلا رہتا ہے کیونکہ یہ دونون، دونون پہلو دن
اس کے دبانے کی کوشش مین ہمیشہ مصروف رہتے ہین، خصوصاً انگریزون کا دباؤ اور زیادہ سخت ہے،
چنانچہ ۱۹۰۹ء مین انگریزی حکومت جانب جنوب مین سیام کا ایک بڑا حصہ جو متعدد صوبون پر مشتمل ہے
دبا لینے مین ایک مرتبہ کامیاب ہوچکی ہے،

سیام کی آبادی تقریباً ۔۔۔۔۔۔ ہے، وہان شاہی حکومت قائم ہے، چنانچہ ابھی حال مین
راما ششم شاہ سیام کے ۴۵ برس کی عمر مین انتقال کرنے کی خبر آچکی ہے، اہل سیام اپنی جسمانی اور صوری حیثیت
سے چینیون سے زیادہ مشابہ ہین کیونکہ وہ لوگ بھی چینیون کی طرح منغل نسل سے ہین اور اسی لیے ان دونون
کی یہ مشترکہ خصوصیت ہے کہ ان کے اندر نظام جمہوری کی روح پیدا نہین ہوتی، وہان کے حکام بانتہا درجہ
پر مظالم ڈھاتے ہین اور وہ خاموشی سے بیٹھے تماشا دیکھتے رہتے ہین، بلکہ وہان اس وقت تک کوئی
حاکم لائق نہین کہا جاسکتا جب تک وہ اپنے طرز عمل سے مظالم کے متعدد واقعات کا ثبوت نہ بہم پہنچا سکے
ان کے یہان بردہ فروشی کثرت سے رائج ہے اور جہان بردہ فروشی کا رواج ہوگا وہان سے عورتون
کا احترام اور انکی آزادی مفقود ہوجائیگی، اسی لیے وہان انسانیت کے لحاظ سے عورتون کی کوئی قدر و قیمت
نہین ہے، وہ گھر مین بمنزلہ اثاث البیت کے ہین،

آزادی کی روح کے فقدان کی بنا پر ان مین ایک اور نہایت انسانیت سوز عادت پائی جاتی
ہے، وہ یہ ہے کہ وہان ہر سال کمسن لڑکیون کی ایک جماعت قصر شاہی مین بھیجی جاتی ہے جنھین وہان رقص و
سرود کی تعلیم دیجاتی ہے پھر جب وہ ایک مدت کے بعد ان چیزون مین ماہر ہوجاتی ہین تو پھر وہ شاہ سیام
کی خواص مین داخل کیجاتی ہین، اس کے بعد ان کی تمام عمر اسی محل شاہی مین بسر ہوتی ہے،

اہل سیام ہندوستان کے بزرگترین نبی "گوتم بدھ" کے پیرو ہین، نیز ان کے مذہب مین

قدیم برہمنون کے مذہب کی آمیزش موجود ہے، ان کی عبادت گاہون مین قطار در قطار بت نصب ہوتے
ہین جنکی بدھ مذہب کے عوام پوجا کیا کرتے ہین، ان کے طرق عبادت، اور دیگر آداب و تہذیب مین ہندوستان
کی ذہنیت کی نمایان جھلک پائی جاتی ہے، ان کے یہان بھی ایک وطنی ڈرامہ ہے جسے وہ اپنے بچپن
سے اسٹیج پر کھیلا کرتے تھے یہ ڈرامہ ہندوؤن کے قدیم ڈرامہ سے مشابہ ہے جو آج تک زبان سنسکرت مین
محفوظ ہے، (الہلال مصر)

ڈاکٹر لیبان اور مشرق کے انحطاط کا سبب

فرانس کے مشہور مستشرق اور علم الاقوام کے ماہر ڈاکٹر گستاؤلی بان نے اپنی عمر کا بڑا حصہ مشرقیات
کے مطالعہ مین صرف کیا ہے اور یہانکی تاریخ پر بہت غائر نظر ڈالی ہے تمدن عرب اور تمدن ہند کی ضخیم
مجلدات انھین کے نتائج فکر ہین، اسلیے اسکو مشرق کا سب سے بڑا نباض کہنا بیجا نہ ہوگا، ایک مصری طالب علم
نے جب اس سے ملاقات کی تو چونکہ مشرق کے عروج و زوال کا نقشہ اس کے سامنے تھا اور اس کے اسباب
و علل پر بھی اس نے غور کیا تھا اور جس نتیجہ پر وہ پہنچا تھا اسکو نصیحت کے طور پر مشرقی نوجوانون کے گوش گذار
کیا اس کے یہ قیمتی نصائح اس قابل ہین کہ تمام مشرقی اقوام بالخصوص ہندوستانی نوجوانون کو اس سے سبق
لینا چاہیئے کہ یہ انکی نجات کا ذریعہ ہین مستشرق مذکور مشرق کے تنزل کا سبب بتاتے ہوئے کہتا ہے :-

"مشرق کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب یہ ہوکہ اسنے باطل عقائد مین پڑکر اپنے مذہب کی روح کھودی ہو
کیونکہ صرف مذہب ہی وہ قوت ہے جسکا اعتصام قومون کو گرنے نہین دیتا، اسلیے مشرقیون کا
فرض ہے کہ روش زمانہ کے مطابق اپنے مذہب پر مضبوطی سے جمے رہین اور اپنے اسلاف کی خوبیون کی تقلید کرین
اور ان کی بہترین عادات و خصائل کو نہ چھوڑین"

اس کے بعد خاص طور پر ان طلبہ کو نصیحت کی ہے جو مغربی علوم سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے
یورپ جاتے ہین :

وہ ان کو یورپ کے ایسے علوم و فنون اور خیالات و عادات کو انتخاب کرنا چاہئیے جو ان کے وطن کیلئے مفید اور مشرقی اخلاق کے موافق ہون"

پھر ان لوگون کا تذکرہ کیا ہے جو بغیر سمجھے بوجھے اپنے عقائد اور عادات و خصائل بدل دیتے ہین اور اس کا لحاظ نہین کرتے کہ ان کا روحانی اثر ان پر کیا پڑے گا، آخر مین ترقی کے راز اور دنیا مین زندہ رہنے کے رمز سے آگاہ کرتا ہے کہ "دنیا کی جو قوم ترقی کرنا چاہتی ہے اُس کا پہلا فرض یہ ہے کہ اس سر رشتہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑے جو اسکو اس کے ماضی سے مربوط کئے ہے اور اپنی تمام قدیم چیزون کا احترام دل سے کرتا رہے" یہ سبق ایک یورپین اور ایک اجنبی دنیا ہے! کیا ہندوستانیون کیلئے بالخصوص مذہب سے بیگانہ اور قدامت سے نفور نوجوانون کے لیے اس مین کوئی درس بصیرت ہے؟

(الزہراء)

دار المصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری،

جس مین نہایت مستند حوالون سے ازواج مطہرات بنات طاہرات اور عام صحابیات کے سوانح اور انکے اخلاقی مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۲۲۵، قیمت عہ

"منیجر"

اخبار علمیہ

برقی رو مہلک نہین، پروفیسر ڈارسنفال فرانسیسی نے ثابت کیا ہے کہ برقی لہر خواہ کسی درجہ کی ہو انسان کو ہلاک نہین کر سکتی، البتہ اس پر وقتی بیہوشی طاری کر دیتی ہے، اور فوری تدبیر سے وہ ہوش مین آسکتا ہے، چنانچہ پروفیسر مذکور نے متعدد حیوانات پر اس کا تجربہ کیا اور بہت قوی برقی لہران سے مس کی، جنسے ان پر موت کے تمام ظاہری علامات طاری ہو گئے لیکن پروفیسر ان کو ہوش مین لے آیا، اس نئی تحقیق کی برکت سے وہ تمام جانین محفوظ ہو گئین، جو آئے دن ٹرام کے تارون سے ضائع ہوتی رہتی ہین،

اشتہار کی اجرت، ڈیلی میل کے پہلے صفحہ مین ایک مرتبہ کے اشتہار کی اجرت ۰۰۰ لگی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہو کہ انگریزی جرائد کی زندگی کا دار و مدار اشتہارات پر ہے اگر اشتہارات ان کو نہ ملین تو انکی زندگی بھی ختم ہو جائے، چنانچہ بہت سے اخبارات ایسے ہین کہ اگر ان کے حجم کے برابر سادہ کاغذ خرید اجائے تو اس مطبوعہ اخبار سے گران پڑے گا، اسکی وجہ یہ ہے کہ ان اخبارات کی ساری قیمت اشتہارات سے نکل آتی ہے اسلیے کاغذ کی کوئی قیمت نہین رہجاتی، اور وہ سستے بکتے ہین، مدبرین یورپ اس کے خطرناک انجام سے بہت خوفزدہ ہین، کیونکہ اگر یہی حالت قائم رہی تو اخبارات مشتہرین کی مستقل ملکیت ہو جائینگے اس لیے کہ وہ ان کے حصص خریدنے پر ٹوٹ رہے ہین اور اسکی پالیسی مین مداخلت کرتے ہین تاکہ ان کے مفاد کے خلاف اس مین کچھ نہ لکھا جا سکے،

ایک اہم تصنیف، شام کے نامور شاعر و ادیب خیر الدین زرکلی عنقریب ایک جلیل القدر تالیف

"الاعلام" شائع کرنے والے ہین، اس مین فاضل مؤلف نے عرب جاہلی سے لیکر دور حاضرہ تک کے
چار ہزار مشہور عرب مردون اور عورتون کی سوانحعمریان بہ ترتیب حروف تہجی جمع کی ہین، یہ تالیف
سیکڑون مستند قلمی اور مطبوعہ کتابون کا عطر ہے جن سے اسکی تالیف مین مدد لیگئی ہے، اسکی ترتیب
اور طباعت جدید یورپین طرز پر ہوگی، ہر صفحہ مین دو کالم ہونگے، پہلے شخص کا مشہور نام ہوگا، اس کے
بعد اس کا سنہ ولادت و وفات سنہ ہجری و عیسوی مین درج ہوگا، پھر اسکے وہ کارنامہائے زندگی
ہونگے جو اس کی شہرت کا باعث ہوئے، آخر مین اس کی تالیفات و تصنیفات کی فہرست ہوگی،
جس مین قلمی اور مطبوعہ کی بھی وضاحت ہوگی، اس مین حشو و زوائد سے کتاب کو طول نہین دیا گیا ہے،
بلکہ محض ضروری اور کارآمد باتین مختصراً لکھی گئی ہین، ضخامت اندازاً ایک ہزار صفحات ہوگی،

جامع عمرو بن عاص، سلطان مصر نے جامع عمرو بن العاص کیطرف توجہ فرمائی ہے، اس مسجد کو مشہور صحابی حضرت عمرو
بن العاص فاتح مصر نے سنہ ۲۱ھ مین دمیاط کی سرحد کے پاس تعمیر کرایا تھا، اسکی تاریخی اہمیت اور قدیم
صنعت کی یادگار ہونے کی وجہ سے سیاح برابر دیکھنے کے لیے جاتے رہتے ہین، اسلیے اسکی صفائی اور
مرمت کی سخت ضرورت ہے، اس مسجد کے ہر چہار جانب کثرت سے قبرین ہین،

قسطنطنیہ مین تعلیم، قسطنطنیہ اشاعت تعلیم مین تمام ترکی شہرون پر فائق ہے، ترکی جرائد کے بیان کے مطابق
قسطنطنیہ اور اس کے قرب و جوار مین ۱۹۵ ابتدائی سرکاری مدرسے ہین جنمین ۲۲۴۵۰ طلبہ تعلیم پاتے ہین،
اور ان پر ۴۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ صرف ہوتا ہے، ان مین ۱۶۷ مدرسے سررشتہ تعلیم سے متعلق ہین،
اور ۲۸ اوقاف سے،

مصر کا گزیٹیر، حکومت مصر نے معجم جغرافی مصر (گزیٹیر) کی تالیف کے لیے ایک محکمہ قائم کیا ہے اس
معجم مین مصر کے شہرون، دیہاتون، اور پرودون کا مختصر جغرافیہ ہوگا نیز پولیس اسٹیشن سے ان دیہاتون
کا فاصلہ درج ہوگا، ابھی یہ محکمہ اعداد و شمار فراہم کر رہا ہے اسکو ختم کر کے تالیف کا کام شروع کرے گا، اسکے
قبل سنہ ۱۹۰۰ء مین حکومت نے اس قسم کی ایک معجم تیار کرائی تھی لیکن وہ ناکمل ثابت ہوئی،

مردم شماری کی قدامت، آجکل عمومًا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مردم شماری یورپین برکات کا مظہر ہے حالانکہ قدیم لغات کے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم طریقہ ہے چنانچہ "احصاء" کی توضیح مین ہمکو ملتا ہے کہ اس کے معنی شہرون
کی پیمایش، اسکی سکان کی تعداد اور اس کے مزارع اور ان کے صنعتی اور حرفتی کارخانون کا شمار کرنا ہے"
لغت کی شہادت کے علاوہ اسکی عملی مثالین بھی ملتی ہین چنانچہ بادشاہ چین نے ۲۲۳۸ سال قبل
میلاد مسیح اپنی رعایا اور ان کے ذخائر شمار کرائے تھے، حضرت موسیٰؑ نے، استرہ صدی
قبل مسیحؑ عبرانی قوم کی مردم شماری کرائی تھی جس کا ذکر توراۃ سفر عدد مین بھی
آیا ہے، اسلام کے عہد نبوت مین بھی آنحضرت صلعم نے مسلمانون کی مردم شماری کی، یورپ مین سنہ ۱۴۴۲ء مین فرانس
کی مردم شماری ہوئی، نئے دور مین نپولین کو اس طرف خاص توجہ ہوئی چنانچہ سنہ ۱۸۰۱ء مین فرانس کی
مردم شماری کرائی اور اس وقت سے یہ طریقہ عام طور پر رائج ہو گیا، پہلی مرتبہ تحصیلون کا شمار سنہ ۱۸۲۶ء
مین اور صنعتی و تجارتی شمار سنہ ۱۸۳۳ء مین اور ریلوے لائنون کا سنہ ۱۸۴۶ء مین ہوا،

ایک مصری ایجاد، حال مین مشہور مہندس محمود مجدی آفندی نے بوگی کے پہیون مین تیل لگانے کا ایسا آلہ ایجاد کیا ہے
کہ ریل چلتی رہتی ہے اور وہ پہیون مین تیل لگاتا رہتا ہے،

مطبوعاتِ جدیدہ

اسلامی اٹلس، تاریخ وجغرافیہ کا رشتہ باہم کچھ اتنا قریبی ہے کہ دونون کو ایک قرار دینا شاید ایک حد تک بیجا نہ ہو کیونکہ جب تک تاریخی جغرافیہ پیش نظر نہ ہو ہماری تاریخ دانی تقریباً نامکمل رہتی ہے، مگر ہمارے اردو کتب خانے تاریخی اطلسون اور تاریخی جغرافیون سے قطعاً خالی ہین، لیکن ہمکو جناب ماسٹر محمد اسحاق صاحب کا شکر گذار ہونا چاہئیے کہ انھون نے یہ اسلامی اٹلس تیار کرکے ایک حد تک اس کمی کو پورا کیا ہے،

یہ اٹلس ۱۲ نقشون کا مجموعہ ہے سب سے پہلے نقشہ مین مذاہب عالم کا تناسب، دوسرے نقشہ مین فتوحات اسلامیہ کے حدود، پھر آٹھ نقشون مین عہد نبوت، خلفائے اربعہ، بنی عباس، بنی امیہ اور سلاطین آل عثمان کے انتہائی عروج کا نقشہ دکھا کر ص ۱۳ مین یکجا طور پر پانچ نقشے دیکر ۱۹۲۱ء تک کے مقبوضات خلافت کا مقابلہ خلفائے راشدین، بنی امیہ، بنی عباس، اور ۱۵۱۶ء تک کے مقبوضات آل عثمان سے مقابلہ کیا گیا ہے، ص ۱۹ پر (نظر اعدا) کے عنوان سے ایک نقشہ مین یورپین طاقتون کی چشمہائے آز کا فوٹو ہے، ص ۲۲ پر (شعاع امید) کے ماتحت ایشیا کے اندر مسر بعروج اسلامی ممالک کا نقشہ دیا گیا ہے، یہ دونون نقشے آمنے سامنے ہوتے تو بہتر تھا،

ماسٹر صاحب نے اکثر مواقع پر مولانا حالی کے مناسب حال اشعار درج کئے ہین، بہتر ہوتا کہ ان اشعار کی بجائے، نقشہ کو سمجھانے کے لیے مختصر اشارات (نوٹ) ہوتے، کاغذ دبیز اور نقشے اگر رنگین ہوتے تو علاوہ اس کے کہ ماسٹر صاحب کی محنت اور زیادہ نفع بخش ہوتی اٹلس کے حسن مین بھی اضافہ ہو جاتا، یہ اٹلس نقش اول ہے، نقش ثانی کے متعلق ہم کو امید ہے کہ اس مین ہندوستان کی اسلامی

تاریخ کو فراموش نہ کیا جائے گا، ہمنے اگر ماسٹر صاحب کی ہمت افزائی کی تو شاید اُن سے اور زیادہ امیدین وابستہ کرنیکا حق بھی ہمکو حاصل ہو جائے گا، قیمت ۱۲؍ منیجر اسلامی اٹلس مردہی تولہ سیتاپور سے طلب کیجئے،

مجاہدینِ مراکش، ریف کے سرکبف مجاہدین نے اسلام کی قدیم ترین جنگی تاریخ کو اس کے تمام معجزانہ خصائص کے ساتھ زندہ کر دیا ہے، مگر ہم اس بہادر قوم کے حالات سے اچھی طرح واقف نہین، ہم کو ملک عبدالقیوم بی اے بیرسٹر ایٹ لا کا ممنون ہونا چاہئیے کہ انھون نے "مجاہدین مراکش" لکھکر ملک پر بڑا احسان کیا ہے، "مجاہدین مراکش" کا شمار پنجاب کے ان زود قلم مؤلفین کی تصنیفات مین نہین کیا جا سکتا ہے، جو ہر وقتی عنوان کے ماتحت جلد سے جلد چند سرسری معلومات شائع کر دینے کے عادی ہین، بلکہ جب ۱۹۲۲ء مین ریفی وفد لندن آیا تھا، تو اس کتاب کا مؤلف وہان موجود تھا، اور اس نے رضا کارانہ طور پر وفد کے قانونی مشیر کے فرائض انجام دیئے تھے، اس بنا پر اس کتاب کا سرمایۂ معلومات تاریخی استناد کے لحاظ سے نہایت قیمتی ہے، فاضل مؤلف نے اس کتاب کو ۱۸ ابواب پر تقسیم کیا ہے، جنمین ترتیب حسب ذیل باتین اختصار مگر وضاحت کے ساتھ بیان کیگئی ہین، مراکش کی مختصر تاریخ، یورپ کے ساتھ تعلقات کی ابتدا، سیاسی پیچیدگیان، ہسپانیہ و ریف کے سیاسی تعلقات، جنگ ہسپانیہ و ریف، وفد ریف لندن مین، ریف کا موجودہ نظام جمہوریت، ریف کے متعلق یورپین طاقتون کے خفیہ معاہدے، موقع موقع سے ان مین ۱۴ تصاویر بھی ہین،

معلومات کے لحاظ سے کتاب نہایت دلچسپ اور وسیع ہے، زبان بھی ستھری اور پاک ہے لیکن بعض مقامات پر "بنک شاہی"، "فرقہ اندازیون" اور "شراکت پسند" جیسے فقرے مذاق سلیم کو گران معلوم ہوتے ہین، "شراکت پسند" کی بجائے "شرکت پسند" یا "اشتراکیت پسند" (جواب معروف لفظ ہو چکا ہے) زیادہ بہتر ہوتا، بہرحال یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہمارے ناظرین اس کا مطالعہ کرین قیمت عہ رتبہ:- ملک عبدالقیوم بی اے (علیگ) بیرسٹر ایٹ لا گوجرانوالہ،

بشیر پاشا سیریز، زندہ قومین اپنے مشاہیر اور رہبرون کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتی ہین، ہندوستانی مسلمانون کا بھی فرض ہے اپنے محسنون کے حالات کو عام طور پر اپنے علم و ادب کا جزو بنا دین، تاکہ جسطرح یہ لوگ اپنی زندگی مین ہمارے اخلاق و فضائل کی تعمیر مین کوشان تھے، اسی طرح ان کے نیک آثار انکے داصل بحق ہوجانے کے بعد بھی، ہمارے قومی اخلاق کو راسخ بنانے مین کام آئین، قوم کو انکی نہ صرف مبسوط سوانحعمریون کی ضرورت ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے رسالے ان مبسوط سوانحعمریوں سے زیادہ کارآمد ہو سکتے ہین

اسی مقصد کو پیش رکھتے ہوئے، جناب مولوی محمد الطاف حسین صاحب بی اے علیگ (ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول اٹاوہ) نے اپنے محبوب ترین شاگرد بشیر پاشا خلف مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر کی یادگار مین ہندوستان کے مشاہیر کی مختصر سوانحعمریان شائع کی ہین، جنکا اجمالی نام بشیر پاشا سیریز ہے،

اب تک اس سلسلہ کی حسب ذیل کتابین شائع ہوچکی ہین،

تذکرۂ سرسید	مرتبہ	جناب نور الرحمن صاحب بی اے
تذکرۂ مولانا شبلی	"	" مولوی محمد مہدی صاحب بھوپال
تذکرۂ حافظ نذیر احمد	"	"
تذکرۂ محسن الملک	"	منشی محمد امین صاحب زبیری
تذکرۂ سید محمود	"	"
تذکرۂ سمیع اللہ خان	"	سید عبد الکریم بی اے ال ال بی

یہ تمام کتابین اسلامیہ اسکول اٹاوہ پر وقف ہین، افسوس کہ ان کی قیمت نہین معلوم غالباً ہیڈ ماسٹر صاحب اسلامیہ اسکول اٹاوہ سے مل سکین گی،

مجلد ہفدہم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۶ء | عدد چہارم

مضامین